(i) لوک سبھا میں پیش ہونے کے بعد مالیاتی بل پر دو- تین دن تک بنیادی طور پر بحث ہوتی ہے۔

(ii) اندازنامہ کے خرچ کے مطالبے پر بحث ومباحثہ ہوتا ہے۔ وزیرِ مالیاتی اُس کی تمام تفصیلات عددی معلومات لوک سبھا (مرکز) میں پیش کرتا ہے۔

(iii) کسی بھی شعبے کے وزراء کو جیسے کہ زراعت، سائنس، تحفظ، تجارت وپیشہ اور انسانی وسائل کے شعبے وغیرہ اپنے اپنے شعبوں کے مطالبے لوک سبھا کے پیشِ نظر بحث ومباحثے کے لیے رکھتے ہیں اور اُن پر ووٹنگ کے ذریعے منظوری لینی پڑتی ہے۔

(iv) بجٹ کی آمدنی کے پہلوؤں اور محصول کے سجھاؤ مختلف صورتوں میں رکھے جاتے ہیں اور اُس کی منظوری لینی پڑتی ہے۔ سب سے پہلے لوک سبھا میں پاس ہونے کے بعد بل راجیہ سبھا میں مع سفارشات پیش کیا جاتا ہے۔ راجیہ سبھا اس مالیاتی بل کو مع اپنی سفارشوں یا بلا کسی سفارش کے 14 دنوں کی مدت کے درمیان لوک سبھا کو واپس بھیج دیتی ہے۔ راجیہ سبھا کی تمام یا تھوڑی بہت سفارشوں کو لوک سبھا منظور یا نامنظور کرسکتی ہے۔ اگر 14 دنوں میں مالیاتی بل لوک سبھا میں واپس نہ کیا جائے تو وہ بل راجیہ سبھا سے گزرا ہوا مانا جاتا ہے۔ راجیہ سبھا اس مالیاتی بل کو مع اپنی سفارشات یا بلا کسی سفارش کے 14 دنوں کی مدت میں لوک سبھا کو واپس بھیج دیتی ہے۔ اگر راجیہ سبھا ایسا نہ کرے تو مان لیا جاتا ہے کہ دونوں ایوانوں نے اس بل کو منظور کرلیا ہے۔ راجیہ سبھا کی ہدایت کے مطابق سفارشات کو لوک سبھا منظور کرے تو دونوں ایوانوں میں اصلاح شدہ بل پاس ہونا مانا جاتا ہے۔ لیکن اگر راجیہ سبھا کی سفارشوں کو لوک سبھا نامنظور کرے تو لوک سبھا میں دوبارہ بنیادی صورت میں پیش کرے تو مالیاتی بل دونوں کے لیے پاس ہوا مانا جاتا ہے۔ اس طرح مالیاتی بل کے معاملات میں راجیہ سبھا کے اختیارات محدود ہیں۔

اس طرح مختلف عمل کے خاتمے پر دونوں ایوانوں میں سے گزرے ہوئے مالیاتی بل کو صدرِ مملکت کی منظوری کے لیے پیش کیا جاتا ہے۔ اس مالیاتی بل پر صدرِ مملکت کو منظوری کی مہر لگانا ہی پڑتی ہے۔ اگر بجٹ ایوان میں پاس نہ ہو تو سرکار کو مستعفی ہونا پڑتا ہے۔

اس کے علاوہ قانون ساز اسمبلی میں ملک کے سماجی، اقتصادی، سیاسی، فوجی، تحفظی، امن وسلامتی نیز بیرونی تعلقات سے متعلق مختلف شعبوں کے مسائل پر بحث ومباحثہ کیا جاتا ہے۔ لوک سبھا، انتظامیہ، مجالسِ وزراء اور اہل کاروں کی کارگزاری پر نظر اور قابو رکھتی ہے۔ عوامی سرمائے کا معقول اور مناسب طریقے سے استعمال ہو، اُس کی ذمہ داری لوگوں کے ذریعے منتخب ہونے والے نمائندوں کی ہے۔ اس طرح، لوک سبھا میں عوامی سرمائے کے مصروف پر راہِ راست اور آخری گرفت رکھتی ہے۔ مجلسِ قانون ساز کی پہلی مرتبہ منظوری کے بغیر محصول عائد نہیں کرسکتے یا محصول میں تبدیلی نہیں کی جاسکتی۔ انتظامیہ کے اخراجات پر مجلسِ قانون ساز کی گرفت ہونے کی وجہ سے اُسے عوامی سرمایہ کا نگہبان (کسٹوڈین) کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ پارلیمنٹ، صدر، نائب صدر، سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے ججوں، اہم چناؤ کمشنر، آڈیٹر جنرل یا ایٹرنی جنرل وغیرہ کے خلاف آئین کی خلاف ورزی کے الزام کی صورت میں غیر صحت مند انتظام کی وجہ سے 'مقصد' (Impeachment) دائر کرکے عہدے سے برخاست کیا جاسکتا ہے۔

ریاستی سطح پر مجلسِ قانون ساز

(الف) وِدھان سبھا: اکثر ریاستوں میں ایک ہی ایوان ہوتا ہے جسے 'ودھان سبھا' کہتے ہیں۔ وِدھان سبھا ایوانِ زیریں ہے۔

(ب) وِدھان پریشد: مجلسِ قانون ساز، اگر وِدھان سبھا ہے تو قانون ساز کاؤنسل کو ودھان پریشد کہتے ہیں۔ بہار، مہاراشٹر، کرناٹک، اترپردیش، تامل ناڈو، وغیرہ جیسی ریاستوں میں دو ایوان نظر آتے ہیں۔ وہاں ایوانِ بالا ودھان پریشد اور ایوان زیریں ودھان سبھا کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ گجرات میں وِدھان پریشد نہیں ہے۔

مختلف ریاستوں میں وِدھان سبھا کے ممبران کی تعداد میں فرق دکھائی دیتا ہے۔ آئین کے اہتمام کے مطابق کسی بھی ودھان سبھا میں ممبروں کی تعداد 60 سے کم اور 500 سے زیادہ نہیں ہوسکتی۔ گجرات میں فی الحال ودھان سبھا میں ممبروں کی تعداد 182 ہے۔

ممبر کی قابلیت (اہلیت): راجیہ سبھا یا ودھان سبھا کا ممبر بننے کے لیے اس فرد کا بھارت کا شہری ہونا ضروری ہے۔ اُس کی عمر 25 سال یا اُس سے زیادہ ہونی چاہیے۔ قانون کی نظر میں وہ بدکردار یا سزا یافتہ مجرم نہیں ہونا چاہیے۔

مدّت: وِدھان سبھا مستقل ایوان نہیں ہے۔ اُس کی مدت عام طور پر 5 سال کی ہوتی ہے۔ وِدھان سبھا کی مدت ختم ہونے پر وہ برخاست ہوجاتی ہے۔ بعض غیر معمولی صورتِ حال میں آئینی اہتمام کے مطابق حکومت قائم نہ ہوسکے یا حکومت کی تشکیل نہ ہوسکے تب راجیہ پال (گورنر) صدرِ مملکت کو مجلسِ قانون ساز کو برخاست کرنے کی سفارش بھیج کر اور صدرِ مملکت وِدھان سبھا کو برخاست کرکے صدارتی حکومت عائد کرتا ہے۔ اُس دوران راجیہ پال ریاست کا نظام سنبھالتا ہے۔ وِدھان سبھا کے ممبران ان میں سے ہی وِدھان سبھا کے بہتر نظام کے لیے صدر (اسپیکر) اور نائب صدر (نائب اسپیکر) چُن لیتے ہیں۔

وِدھان پریشد کے ممبروں میں مقامی سوراج کے اداروں، سند یافتہ، ہائی اور سیکنڈری اور ہائی سیکنڈری مدرسین نیز پروفیسر کی انجمن ووٹنگ (رائے دہندگان) کے ذریعے منتخب ہونا چاہیے۔ وِدھان سبھا پریشد کے اُمیدوار کی عمر 30 سال ہو، ساتھ ہی وہ بھارت کا شہری ہونا چاہیے۔ وِدھان پریشد مستقل (قائمی) ایوان ہے۔ راجیہ سبھا کی طرح اُس کے بھی تمام ممبران 6 سال کی مدت کے لیے منتخب ہوتے ہیں۔ اُس کے ایک تہائی اراکین ہر دوسرے سال سبکدوش ہوتے ہیں۔ ودھان پرشید قائم رکھنا یا نہ رکھنا ریاست کے ہاتھ میں ہے یا نہیں وہ طے کرتی ہے۔ لوک سبھا کی طرح ودھان سبھا کے پاس بھی زیادہ اختیار ہوتے ہیں۔ اُس میں مالیاتی اور غیر مالیاتی (عام) بل پیش ہوسکتے ہیں۔ بل مختلف طبقات سے گزر کر راجیہ پال کی منظوری کے لیے بھیج دیا جاتا ہے۔ راجیہ پال کی منظوری ملنے کے بعد وہ بل قانون بنتا ہے۔

(2) انتظامیہ: حکومت کا سب سے زیادہ فعال، سب سے زیادہ مؤثر اور نظر آنے والا شعبۂ انتظامیہ ہے۔ مرکزی حکومت (سنگھ) یعنی مرکزی انتظامیہ میں یعنی سیاسی انتظامیہ میں وزیرِ اعظم، مجلسِ وزراء کی کابینہ، صدرِ مملکت اور مستقل عملداروں کے لیے بنے ہوئے نظام کا شمار ہوتا ہے۔

سیاسی اور انتظامیہ تنظیم کے افسروں اور ملازموں کا عوام کے ساتھ براہِ راست رابطہ ہوتا ہے۔ اُن کے کاموں سے لوگ متاثر ہوتے ہیں۔ مجلسِ قانون ساز نے جو قوانین تشکیل دیے ہیں اُنہیں عملی جامہ پہنانے کا کام انتظامیہ کرتا ہے۔ حکومت نے جن لوگوں کی خواہشات، توقعات اور رائے عامّہ کی بنا پر پالسیاں، منصوبے یا پروگرام بنائے ہیں اُن پر عمل درآمد کرنے کا کام انتظامیہ کرتا ہے۔ یا اُن پر عمل کروانے کا کام تنظیمِ انتظامیہ کا ہے۔

سیاسی انتظامیہ پانچ سال کی مدت پوری ہونے کے بعد یا اقتدار کو ترک کرنے پر تبدیل ہوتی ہے۔ انتظامیہ تنظیم کے جو عمل دار ہوتے ہیں اُن کے سبکدوش ہونے کی عمر مختلف ریاستوں میں مختلف ہوتی ہے۔ اگر خدمات کے دوران وہ خطرناک بدفعلی یا بدعملی کو اپنائے، غیر ذمّہ داری برتے یا فرائض کی انجام دہی میں کوتاہی کرتا ہے تب مخصوص تحقیقاتی کاروائی کے بعد اُنہیں ملازمت سے مستعفی یا فرض سے موقوف کیا جاسکتا ہے۔ سیاسی انتظامیہ کے ممبران کسی سیاسی پارٹی کے ممبر ہوتے ہیں۔ وہ اپنی پارٹی کے تئیں شخصیتی وفاداری، عوامی محبت اور رائے عامّہ کی بنا پر مقرر کردہ وقت کے مطابق منتخب ہوکر آتے ہیں۔ وہ اُن کی اہلیت کہلاتی ہے۔ جب کہ تنظیمِ انتظامیہ میں تعلیمی قابلیت، مہارت، تجربے کی بنا پر نیز عوامی مقابلہ جاتی کے امتحان میں امتیازی حیثیت حاصل کرنے سے اُنہیں مستقل طور پر مقرر کیا جاتا ہے۔ انتظامیہ تنظیم کی خدمات کو 'سندی خدمات' کے طور پر پہچانا جاتا ہے۔ مرکزی سطح پر سیاسی انتظامیہ میں بھارتی آئین کے سربراہ صدرِ مملکت، نائب صدرِ مملکت، وزیرِ اعظم اور اُن کی کابینہ ہوتی ہے۔

صدرِ مملکت

بھارت میں صدر آئینی سربراہ ہے۔ مرکزی حکومت پر تمام انتظامی اُمور کے اختیارات آئین کے ذریعے صدر کے سپرد کیے گئے ہیں۔ مرکزی حکومت کا سارا انتظام اُسی کے نام سے چلتا ہے۔ وہ پورے ملک کا سربراہ ہے اور بھارت کی جمہوری حکومت کا پہلا شہری ہے۔

قابلیت: صدرِ مملکت کے عہدے کا اُمیدوار بھارت کا شہری ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی عمر 35 سال یا اُسے سے زیادہ ہونی چاہیے۔ نفع بخش عہدے دار اور تنخواہ دار ملازم نہیں ہونا چاہیے۔ نیز وہ پارلیمنٹ یا ریاستوں کی مجلس قانون کے کسی بھی ایوان کا ممبر بھی نہیں ہونا چاہیے۔ صدر کا چناؤ پارلیمنٹ کے دونوں ایوان نیز ریاستوں کی وِدھان سبھاؤں کے منتخب ممبروں پر مشتمل حلقۂ انتخاب کے ذریعے بالواسطہ چناؤ کے ذریعے ہوتا ہے۔ صدر کے عہدے کی مدت پانچ سال کی ہوتی ہے اور وہ دوبارہ مدّت کے لیے چناؤ میں امیدوار بن سکتے ہیں۔ صدر جب تک اپنے عہدے پر فائز ہو تب تک اُن کے خلاف کوئی فوجداری مقدمہ نہیں چلایا جاسکتا یا اُن کی گرفتاری یا قید کرنے کا حکم نہیں دیا جاسکتا۔

کام اور اختیارات: وہ صدرِ مملکت (لوک سبھا) کے اکثریتی جماعت کے سربراہ کو بحیثیت وزیرِ اعظم مقرر کرتا ہے اور وزیرِ اعظم کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے کابینہ کے ممبران یعنی وزراء مقرر کرتا ہے، اُنہیں حلف دلاتا ہے اور اُنہیں مختلف کارگزاریاں سپرد کرتا ہے۔ جب تک لوک سبھا کی پشت پناہی صدرِ مملکت کو حاصل رہتی ہے تب تک وہ وزراء کی کابینہ کو برطرف نہیں کرسکتا۔ صدر افواج کا سپریم کمانڈر ہونے کے ناطے دیگر ملکوں سے جنگ کرنے، جنگ ختم کرنے یا صلح کرنے کا بھی اختیار رکھتا ہے۔ ریاستوں کے گورنر سپریم کورٹ (عدالتِ عالیہ) کا چیف جسٹس اور دوسرے جج، ریاستوں کی ہائی کورٹ کے جج، بھارت کا اٹرنی جنرل، محتسب اور آڈیٹر جنرل، الیکشن کمیشن کا افسرِ اعلیٰ اور دیگر ممبران، یونین پبلک سروس کمیشن کا چیئرمین اور دیگر ممبران اور مختلف ملکوں کے لیے سفیروں کا تقرر بھی صدر ہی کرتا ہے۔ یوں دیکھا جائے تو انتظامیہ اور عاملہ کے تمام اختیارات صدر کو حاصل ہیں۔ گنہگار کو معاف کرنے کی، فوجداری گناہ کے سزا کی مدت کم کرنے کی اور اُس کا عمل موقوف رکھنے کی یا اختیاری شکل یا مقداری تبدیلی کا اختیار صدرِ مملکت کے پاس ہے۔ پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کا اجلاس بلانے کی، برخاست کرنے کی اور لوک سبھا برخاست کرنے کے اختیارات اُن کے پاس ہیں۔ جنگ، بیرونی حملہ یا اسلحہ افواج، اندرونی بغاوت سے بھارت یا بھارت کے کسی بھی حصے کی سلامتی کا خطرہ درپیش ہو

تو وہ پورے بھارت میں ہنگامی حالات کا اعلان کرسکتا ہے۔ ہنگامی حالات کے اعلان کے فیصلے کے لیے عدالت میں مقدمہ نہیں کر سکتے۔ ریاست کے راجیہ پال کے احوال کی بنا پر وہ ریاست میں دستوری ہنگامی حالات کا اعلان کرسکتا ہے۔ ریاست کی وزراء کی کابینہ کو برطرف کر کے وہ ریاست میں صدارتی حکومت قائم کرسکتا ہے اور ریاست کا انتظام اپنے ہاتھوں لے سکتا ہے۔

ملک میں معاشی مشکلات، مالیاتی ہنگامی حالات کے دوران تمام سرکاری ملازموں کے تنخواہ، بھتّہ میں کمی کرسکتا ہے۔ اس طرح صدر کو وسیع اختیارات حاصل ہیں اور آئینی سربراہ ہونے کے باوجود جمہوری طرز کی حکومت ہونے کی وجہ سے صدرِ مملکت وزراء کی کابینہ کا مشورہ لینے اور اُس پر عمل کرنے کا پابند ہے۔

نائب صدر

صدرمملکت کی غیر حاضری میں نائب صدر مملکت فرائض انجام دیتا ہے۔ نائب صدر کا چناؤ پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے ممبران کے حلقۂ انتخاب کے ذریعے ہوتا ہے۔ نائب صدر کے عہدے کے لیے اُمیدوار بھارت کا شہری اور 35 سال یا اُس سے زیادہ عمر والا ہونا چاہیے۔ اُس کے عہدے کی مدت پانچ سال کی ہوتی ہے۔عہدے کی رو سے وہ راجیہ سبھا کا صدر ہے۔صدرِ مملکت اپنا استعفیٰ نائب صدر کے سپرد کرتا ہے۔

وزیرِ اعظم

وزیرِ اعظم صحیح معنوں میں مرکزی حکومت کے انتظامیہ کا سربراہ ہے۔ وزیرِ اعظم لوک سبھا میں اکثریتی جماعت کے ممبروں کا ممتاز رہنما ہے۔ رسمی طور پر وزیرِ اعظم کا تقرر صدر کے ذریعے ہوتا ہے۔ وزراء کی کابینہ کے ممبروں کا تقرر وزیرِ اعظم کے مطابق رسمی طور پر صدر کرتا ہے اور وزراء کے درمیان محکمے تقسیم کرتا ہے۔ کسی بھی وزیرِ اعظم کو وزراء کی کابینہ میں شامل کرنا، جاری رکھنا یا وزراء کی کابینہ سے برطرف کرنا، وغیرہ فیصلے وزیرِ اعظم کو کرنا ہوتا ہے۔ عہدے کی حیثیت سے منصوبہ کمیٹی کی صدارت بھی وزیرِ اعظم کرتا ہے۔مختلف محکموں کے کاموں کو مربوط کرتا ہے اور نگرانی کرتا ہے۔ پالیسی سے متعلقہ تمام فیصلے کرسکتا ہے۔ عہدے کی رو سے وزیرِ اعظم منصوبہ پنچ (جو فی الحال پالیسی پنچ کہلاتا ہے) کا صدر ہے۔ وزیرِ اعظم کے زیرِ قیادت وزراء کی کابینہ میں حسبِ ذیل کابینہ سطح (کیبنیٹ) کے وزیروں، ریاستی سطح کے وزیروں اور نائب وزیروں، اس طرح تین قسم کی وزراء ہیں۔ وزیرِ اعظم پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں سے کسی بھی ایک ایوان کا ممبر ہونا ضروری ہے۔مجلسِ وزراء مشترکہ ذمہ داری کے اُصول پر کام انجام دیتی ہے اور وہ لوک سبھا کو جواب دہ ہوتی ہے۔ پالسی سے متعلقہ فیصلوں کے لیے مجالس وزراء کے ممبران جواب دہ ہوتے ہیں۔ اگر لوک سبھا میں بعض نکاتوں کے لیے سرکاری پالسی یا نکات کو نامنظور کرے تو تمام مجلسِ وزراء جواب دہ ہوتی ہے۔

راجیہ پال (گورنر)

راجیہ پال (گورنر) ریاست کے وزیرِ اعلیٰ اور ریاست کی مجلسِ وزراء کا شمار ریاست کے انتظامیہ میں ہوتا ہے۔ ریاست میں اعلیٰ مقام پر راجیہ پال کا تقرر مرکزی حلقۂ وزراء کے مشورے کے مطابق صدرِ مملکت کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ 35 سال یا اُس سے زیادہ عمر والا اور بھارت کا شہری راجیہ پال (گورنر) کے عہدے کے لیے قابل مانا جاتا ہے۔ عام طور پر راجیہ پال کا تقرر 5 سال کے لیے ہوتا ہے۔ پھر بھی صدرِ مملکت اگر چاہے تو گورنر زیادہ عرصہ تک بھی اپنے عہدے پر رہ سکتا ہے اور قبل از وقت بھی اُسے عہدے سے ہٹایا جاسکتا ہے یا اُسے گورنر کی حیثیت سے دوسری ریاست میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔کئی مرتبہ دو ریاستوں کے انتظامیہ کی ذمہ داری بھی اُسے دی جاتی ہے۔گورنر ریاست کا آئینی اور نام نہاد سربراہ ہے۔ وہ اکثریت والی جماعت کے لیڈر کا وزیرِ اعلیٰ کے طور پر تقرر کرتا ہے اور وزیرِ اعلیٰ کے مشورے سے کابینہ کے دوسرے ممبروں کا تقرر کرتا ہے اور محکموں کو منقسم کرتا ہے۔ وہ ریاست کا ایڈوکیٹ جنرل نیز قومی سروس کمیشن کا صدر اور دیگر ممبران کا تقرر کرتا ہے۔ ہائی کورٹ (عدالتِ عالیہ) کے ججوں کا تقرر بھی گورنر، صدر کے ساتھ گفت وشنید کے بعد کرتا ہے۔گورنر اہم دستوری اختیارات کا حامل ہے۔آرڈیننس جاری کرنا اور وِدھان سبھا کے پاس کیے ہوئے بل منظور کرنا، گورنر کے اختیارات ہیں۔ عام طور پر گورنر عہدے کی حیثیت سے ریاست میں واقع یونیورسٹیوں کا چانسلر ہوتا ہے۔ ایسی یونیورسٹی کے وائس چانسلر کا تقرر کرنے کا نام نہاد اختیار بھی حاصل ہے۔ گورنر کے اختیارات کو دراصل وزیرِ اعلیٰ اور وزراء کی کابینہ ہی عملی جامہ پہناتے ہیں۔ گورنر کسی سیاسی پارٹی کے ساتھ منسلک ہوسکتا ہے۔لیکن عہدہ اختیار کرنے کے بعد اُسے فعال رہ کر سیاست سے بے نیاز رہ کر غیر جانبدارانہ طریقے سے فرائض کو انجام دینا ہوتا ہے۔

وزیرِ اعلیٰ اور اُس کی کابینہ

وزیرِ اعلیٰ کا تقرر گورنر کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ گورنر وِدھان سبھا میں اکثریتی جماعت کے لیڈر کو وزیرِ اعلیٰ کے طور پر مقرر کرتا ہے۔ اگر ودھان سبھا میں کسی ایک جماعت کو اکثریت حاصل نہ ہوتو ودھان سبھا میں متحد محاذ کی اکثریتی جماعت کے لیڈر کو یا اُس بڑی جماعت کے لیڈر کو جسے دوسری جماعت کی حمایت حاصل ہو،

اُسے وزیرِ اعلیٰ بننے کی دعوت دیتا ہے اور وزیر اعلیٰ کو عہدے کی حلف دلاتا ہے۔ وزیرِ اعلیٰ کے مشورے سے گورنر کابینہ کے دوسرے وزراء کا تقرر کرتا ہے۔ گورنر کے نام سے ریاست کا تمام انتظام چلتا ہے لیکن درحقیقت عملی طور پر گورنر کے تقریباً تمام اختیارات، وزیرِ اعلیٰ اور اُس کی کابینہ ہی بروئے کار لاتی ہیں۔ گجرات میں وزیرِ اعلیٰ اور اُس کی کابینہ کا دفتر نئے سچیوالیہ سورنیم بھون گاندھی نگر میں واقع ہے۔ گورنر وزراء کی کابینہ اور وزیر اعلیٰ کے عہدے نیز صیغۂ راز کا حلف دلاتا ہے اور اُس کے بعد حلف پر دستخط کرواتا ہے۔ ریاست کی کابینہ میں چار قسم یعنی چار درجے کے وزراء ہوتے ہیں۔ (الف) کیبینیٹ (ب) ریاستی سطح (ج) نائب سطح (د) پارلیمانی سکریٹری۔ وزیرِ اعلیٰ، وزراء کے محکمات کی تقسیم، سرکار کی پالیسی پر عمل اور صاف ستھرے انتظامیہ، عوام کی بدحالی اور ضرورتِ زندگی کے مسائل کے حل معقول طریقے سے تمام معاملات مرکز کے پیشِ نظر رکھتا ہے۔ پریشان حال لوگوں کی بنیادی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے، اُنھیں پیار ومحبت اور راحت میسر کرنے کے لیے مجلس قانون ساز میں مستحکم ومضبوط قیادت کرتا ہے۔ وزیرِ اعلیٰ ریاست کی ترقی کے سلسلے میں سرکار کی پالسیوں کا اعلان کرنے والا راہنما اور تعاون کرنے والے ملّاح کی مانند ہے۔

انتظامی ڈھانچہ (نظامِ انتظامیہ) : سیاسی انتظامیہ مختلف شعبوں میں پالسیاں بناتی ہے۔ جس کا مفصل طور سے اور باصلاحیت عمل درآمد کرنے کا کام انتظامیہ کا ہے۔ انتظامیہ تنظیم سیاسی انتظامیہ کی پالیسی سے متعلقہ معاملات میں صلاح ومشورہ دیتی ہے۔ ضروری معلومات اور اعداد کی تکمیل کرتی ہے۔ حالانکہ سیاسی انتظامیہ اُن کے مشورے کے مطابق عمل کرنے کی پابند نہیں ہے۔

پالسیاں، قوانین کتنے ہی عمدہ اور عوامی استعمال کے کیوں نہ ہوں لیکن اگر اُن پر عمل درآمد انتظامی تنظیم کے ذریعے مؤثر طریقے سے اور مطمئن طور پر نہ ہو تو اُن کا مقصد بر نہیں آتا بلکہ ختم ہوجاتا ہے۔ اس طرح، پالسی کی تشکیل میں اور پالسی کے عمل درآمد میں مسلسل ہونے والا ردِّعمل انتظامیہ کو عمدہ تنظیمی پشت پناہی عطا کرتی ہے۔ بیرونی ممالک کے ساتھ باہمی تعلقات، تحفظ، سلامتی دستہ، بین الاقوامی تجارت اور داخلی تجارت، ایٹمی توانائی، بجلی، پیداوار، درجہ بندی، بینکنگ، بیمہ، بیرونی چلن جیسے بے شمار شعبوں میں ماہر، پیشہ ورانہ قابلیت اور تجربہ کار، ماہرین اور باہوش وبیدار سند یافتہ افسر (انتظامی تنظیم) سرکار کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی مانند ہے۔ انتظامی امور سے واقف وماہر، انتظامی سوجھ بوجھ رکھنے والے، دوگنا تجربہ، گہری سوچ وفکر ونظریہ اور انتظامی مہارت کی وجہ سے وہ قابلِ قدر انتظام کرسکتا ہے۔ سرکار کے شعبے میں ریاست کا انتظامیہ لوگوں کے مفادات اور خوشحالی کی فکر نیز غور وخوض کرتے ہوئے دماغ یا ذہن کی مانند ہے۔ جب کہ انتظامی تنظیم اُس کے ہاتھ پیر ہیں۔ دونوں کے درمیان مخلصانہ اور دوستانہ تعلقات استوار ہوں وہ ریاست کی تنظیم اور ترقی کے لیے اوّلین شرط ہے۔

سرکار کے اختیارات اور اُن کے اثرات عملدار شاہی میں زیادہ مرکوز ہونے لگے ہیں۔ خوشامد پسندی، جان پہچان، اقربہ پروری، بدعنوانی، فریب کاری، غیر صلاحیت، غیر صحت مندی، بدعملی، غیر ذمہ داری یا ذمہ داری سے دور بھاگنے کا عمل وغیرہ جیسی سرگرمیاں عملدار شاہی کی خامیاں یا نقائص ہیں۔ اس لیے اُنہیں روکنے کے لیے انتظامیہ میں نگراں کاری کمیشن، لوک پال یا کائُکت کی ضرورت بڑھ گئی ہے۔ رشوت خوری کی برائی کو روکنے کے لیے یا گجرات کی سرکار نے رشوت خوری کے خلاف بیورو (اینٹی کرپشن بیورو) نام سے ایک الگ محکمہ شروع کیا ہے۔ اور ٹول فری فون نمبر (180023344444) ظاہر کرکے عوام کی فریادوں کو کھلے عام تسلیم کیا ہے۔

ملک میں مختلف سیاسی پارٹیاں ہونے کی وجہ سے انتظامی افسران کو اُن کے ساتھ مختلف جماعتوں کی سرکاروں کے ساتھ کام کرنا ہوتا ہے۔ لہٰذا اُن سے سیاسی غیر جانبداری کی توقع رکھی جاتی ہے۔ اُن کے ذریعے ریاست کو لاتعداد اور ترقی پسند منصوبوں اور پروگراموں پر عمل درآمد کرکے سرکار کے ترقی کے سفر کی رفتار کو حقیقی جامہ پہنانے اور برقرار رکھنے میں اہم ترین عطیہ رہا ہے۔

مقامی سطح پر نظامِ حکومت

مرکزی حکومت کی بے شمار مختلف قسم کی ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔ اِن ذمہ داریوں کے ساتھ ایک ہی مقام سے پورے ملک کا انتظام چلانا بے حد مشکل کام ہے۔ اس لیے مختلف مسائل، مختلف ضرورتیں، توقعات، بڑھتی ہوئی آبادی اور اُن کی لاتعداد خواہشات کی تکمیل کا خوبصورتی سے حل تلاش کرنا اور اُسے تسلیم کرنا وغیرہ کام وقت کے مطابق یا موقع ومحل کے عین مطابق کیے جائیں اس مقصد کے تحت حکومت کا یعنی اختیارات کے مقام کے تحت بٹوارہ کرکے اُسے مرکوز کیا جاتا ہے۔ جس کی بدولت انتظام آسان، پسندیدہ اور مناسب طور سے ہوسکتا ہے۔ ایسا ہی مناسب وموزوں نظامِ حکومت چلانے کے لیے مقامی سوراج کے ادارے وجود میں آئے ہیں۔ گاؤں، شہر یا بڑے شہروں کا انتظام چلانے کے لیے عوام کے ذریعے نمائندے منتخب کیے گئے ہیں اور اُن کے ذریعے مقامی سطح کے اداروں کا نظام کیا جاتا ہے۔ جسے مقامی سوراج کے ادارے کہتے ہیں۔ جغرافیائی مقامی علاقوں کا انتظام آسان بنانے کے لیے اختیارات منقسم کرکے اُسے مقامی ذمہ داری نیز کام کی ذمہ داری دے کر انتظام سونپا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ شہری علاقوں میں نگر پالیکا، مہانگر پالیکا اور مہانگر نگم (میگا سیٹی) میں مقامی سوراج کے ادارے قائم ہیں۔ اُسی طرح سے دیہات کے علاقوں میں گرام پنچایت، تعلقہ پنچایت اور ضلع پنچایت اہم ترین ہوتی ہیں۔

مقامی سوراج کے اداروں کے انتظام کے ذریعے گاؤں کی سطح سے چناؤ، رائے دہندگی، فرائض، حقوق، ذمہ داری، انتظام اور اقتداری یا مخالف جماعت کے کردار کی تعلیم وتربیت دی جاتی ہے اور اپنی ترقی کا موقع ملتا ہے۔ اِن اداروں میں منصوبوں کے عمل درآمد میں قوانین سے ہٹ کر نچلی سطح پر پیدا ہونے والے مسائل کو سوچ سمجھ کر اعلیٰ سطح پر عمل درآمد ہونے سے پہلے مکمل احتیاط، تحقیقات اور اصلاح کا موقع ہوتا ہے۔ اسی لیے مقامی سوراج کے اداروں کو جمہوریت کی تربیتی اسکول اور اِنتظامی اصلاح کو تجربہ گاہ کہتے ہیں۔

1992 میں پورے ملک میں یکساں 'پنچایتی راج' اور شہری خودمختار حکومت (شہری سوشاسن) کے ادارے وجود میں آئے ہیں۔

پنچایتی ریاست کی سہ سطحی ساخت:

(الف) گاؤں کی سطح پر خودمختار ادارے: گرام پنچایت اور ضلع پنچایت، انتظامیہ کی سہ سطحی ساخت ہیں۔ ہر ایک ادارے نیچے سے اوپر کی طرف باہمی تعلقات سے منسلک ہیں۔ پنچایتی راج کی تمام سطح پر مقامی ترقی کے کاموں، منصوبوں اور فلاح وبہبودی کے پروگراموں کو یہ ادارے زیادہ مہارت یا قابلیت سے تکمیل تک پہنچ سکیں، اس کے لیے وہ ضروری مالیاتی امداد اور مال سامان کی صورت میں اِمداد اُنہیں حاصل ہوتی ہے۔ ضلع پنچایت کے صدر اور اُن کی مختلف انجمنوں کے صدر ہوتے ہیں۔ جب کہ انتظامیہ کے سربراہ، ضلع ترقیاتی اور DDO (ڈسٹرکٹ ڈویلپ مینٹ آفیسر) ہوتا ہے۔ ضلع پنچایت کا دفتر ضلع میں قائم کیا جاتا ہے۔

اُسی طرح تعلقہ پنچایت سے چن کر آئے ہوئے لیڈر تعلقہ پنچایت کے صدر کہلاتے ہیں۔ جب کہ اُس کے انتظامیہ کے ساخت کے سربراہ 'تعلقاتی ترقیاتی افسر' (TDO) ہوتا ہے۔ نچلی سطح پر گاؤں یک معیار پر 'سرپنچ' کے طور پر چنے ہوئے عوامی نمائندوں کے لیڈر ہوتے ہیں اور انتظامیہ کا سربراہ منشی یعنی تلاٹی کم منتری' گرام پنچایت کا انتظام سنبھالتا ہے۔ جن گرام پنچایتوں میں سب کی رضامندی سے چناؤ ٹالے جاتے ہیں اور سرپنچ کو سب کی مقبولیت حاصل ہو اُسے 'سم رس گرام' کے طور پر ظاہر کر کے مخصوص انعام سے نوازا جاتا ہے۔

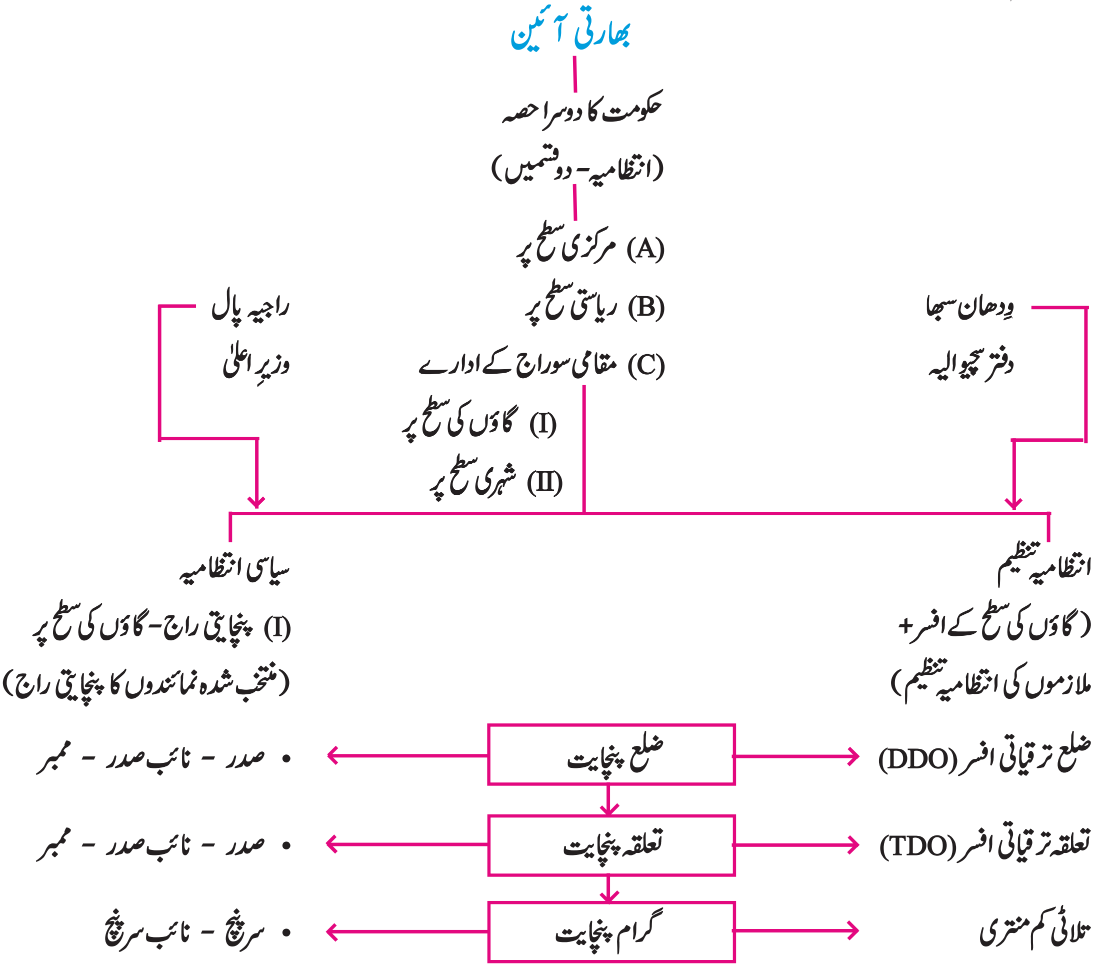

شکل 2 (C)-1

(ب) شہری خود مختار ادارے: آئین کی 74 ویں اصلاحات کے مطابق شہری علاقوں کو آبادی کی مقدار کی بنا پر مقامی سوراج کے ادارے قائم کیے گئے ہیں۔ پہلی سطح پر نگر پالیکا، دوسری سطح پر سوراج کے اداروں میں سیاسی انتظامیہ میں منتخب شدہ اکثریتی شاخ (جماعت) کے لیڈر کو میئر کہتے ہیں اور مختلف انجمن کے چیئرمین اور وارڈ کے مطابق چنے ہوئے کارپوریٹر ہوتے ہیں۔ فی وارڈ کارپوریٹر کی تعداد میں عورتوں کی نمائندگی اور امانت نشستوں اور اُن کی مقدار کو برقرار رکھنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ مختلف انجمنیں غیر مرکوز معیار پر مختلف شعبوں کے کاموں کی ذمہ داری ادا کرتی ہیں۔ شہری منصوبہ، زمین جائداد، راستے، پُل، فلائی اوور برتج کی تعمیر، پانی کے ذخیرے کی سہولت، صفائی، گٹر کے انتظام کی سہولت، مکانوں کی تعمیر، ماحولیات کی سہولت، آگ زنی خدمات، تعلیم، صحت سے متعلقہ خدمات کی سہولت، تہذیبی تعلیمی خوبصورتی اور سیر وتفریح صورتِ حال میں شہری ترقی، شمشان گھر، قبرستان، قبرستانوں کی ترقی اور اُسے ادا کرنا، جھونپڑی بستیوں کو نابود کرنا جیسے لوگوں کی ہمہ گیر ترقی اور خوشحالی کے لیے خود مختار ادارے کام کرتے ہیں۔ یہ کام لوگوں کی فیاضی یا سخاوت، پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ (PPP) کے معیار پر نیز لوگوں سے وصول کیے گئے محصول اور سرکاری گرانٹ سے کیے جاتے ہیں۔ مہانگر پالیکا کی انتظامیہ شاخ کا سربراہ 'میونسپل کمشنر' ہوتا ہے۔ نیز اُن کے زبردست تکنیکی اور انتظامی علم کے حامل ذونل کے سربراہ، دیگر افسران اور ملازموں کا نظام مسلسل سرگرداں رہتا ہے۔ اگر منتخب شدہ شاخ اور انتظامی شاخ کے درمیان باہمی تعلقات صاف وسلیس وخلوص دل سے ہوں، وہ امتزاج برت کر پارٹی کے مفاد کے مقام پر لوگوں کے مفادات اور فلاح وبہبودی کے کام ہوں تبھی شہری ترقی کرسکتا ہے۔

عدالتی نظام

سرکار کا تیسرا مخصوص اور اول ترین شعبہ عدالتی نظام ہے۔ قوانین تشکیل دینے کا کام قانون ساز اسمبلی کرتی ہے۔ تشکیل کردہ قوانین پر عمل درآمد کرنے کا کام انتظامیہ کرتی ہے۔ اگر قوانین کی خلاف ورزی ہو تو اس پر غور وفکر کرکے انصاف کرنے کا کام عدالتی نظام کرتی ہے۔

بھارتی آئین میں بھارت کے شہریوں کو سماجی، اقتصادی اور سیاسی انصاف حاصل ہو، ایسے اعلیٰ نصب العین کو تسلیم کیا گیا ہے۔ جس کی بدولت سبھی کو ترقی کے یکساں مواقع میسر ہوں۔ تمام لوگوں کے ساتھ یکساں برتاؤ کے ذریعے مساوی ومنصفانہ غیر استحصالی سماج قائم کرنے کا مقصد آئین میں تسلیم کیا گیا ہے۔ شہریوں کو ریاست کے اِن قوانین پر عمل کرنا ہے۔ اگر کوئی شہری ان قوانین کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اُسے سزا دینے یا جرمانہ ادا کرنے کا کام عدالتی نظام کرتا ہے۔ ملک کا آئین ملک کا بنیادی قانون ہے۔ اور عدالتی نظام اس بات کا دھیان رکھتا ہے کہ قانون کے مطابق ملک کا نظام چل رہا ہے یا نہیں۔ ملک کے قوانین آئین کے ساتھ ہم آہنگ ہے یا نہیں، اس کی تحقیقات کرنا اور مشاہدہ کرنے کا کام عدالتی نظام کا ہے۔ اگر قانون آئین کے ساتھ ہم آہنگ نہ ہو تو وہ قانون غیر آئینی قرار دے کر مسترد کیا جاسکتا ہے۔

وفاقی نظام میں ریاستوں اور مرکز کے درمیان اختیارات اور کام کی تقسیم کی جاتی ہے۔ سبھی سنگھ ریاستوں اور مرکزی حکومت کو اپنے اپنے مقرر کردہ شعبۂ کاروں میں رہ کر ہی کام انجام دینا ہے اور ایک دوسرے کے دائرہ عمل میں مداخلت نہ کرکے اپنا اپنا کام انجام دیں، اس بات کا دھیان رکھنے کی ذمہ داری عدالتی نظام کی ہے۔ مرکزی حکومت کو حل کرنے کا کام سپریم کورٹ کرتی ہے۔ بھارت میں وحدانی، تسلسل آمیز اور خاکہ وار نظامِ انتظام ہے۔ مرکز میں چوٹی کے مقام پر سپریم کورٹ، ریاستوں میں ہائی کورٹ اور ضلع کی سطح پر ٹرائل کورٹیں، دیوانی کورٹیں اور فوجداری کورٹیں اور دیگر تابع یا ماتحتی عدالتیں ہوتی ہیں۔

اگلے سبق میں ہم عدالتی نظام کے بارے میں تفصیل سے مطالعہ کریں گے۔

مشق

.1 ذیل کے سوالات کے جواب دیجیے:

(1) 'اختیاری بٹوارے کا اُصول' یعنی کیا؟

(2) پارلیمان کی لیاقتیں کیا ہیں، پارلیمان کا ممبر بننے کے لیے کیا کیا لیاقتیں درکار ہیں؟

(3) لوک سبھا اور راجیہ سبھا کے ممبروں کی تعداد کتنی ہے؟

(4) راجیہ سبھا کے ممبران کا انتخاب کس طرح ہوتا ہے؟

(5) 'اسپیکر' ایوان کے حدود کا محافظ ہے؟ کس طرح؟

(6) صدر کو حاصل ہونے والے ہنگامی حالات کے اختیارات بتائیے۔

(7) ’مقدمہ‘ کی کاروائی کیا ہے؟
(8) پارلیمنٹ کے اختیارات کے متعلق لکھیے۔
(9) مقامی خود مختار اداروں کے بارے میں بتائیے۔
(10) عملدار شاہی کے نقائص (خامیاں) بتائیے۔

.2 ذیل کے جملوں کی وجوہات بیان کیجیے:

(1) بھارت کی پارلیمنٹ دو ایوانوں پر مشتمل ہے۔
(2) راجیہ سبھا مستقل ایوان ہے۔
(3) بھارت میں پارلیمنٹ سب سے اعلیٰ نہیں ہے لیکن آئین سب سے اعلیٰ تر ہے۔
(4) آزاد اور غیر جانبدار عدلیہ جمہوریت کا بنیادی ستون ہے۔
(5) مقامی سوراج کے ادارے جمہوریت کی ’تربیتی اسکول‘ اور آئین کی اصلاح کے لیے تجربہ گاہ ہے۔
(6) ریاست کی ودھان سبھا، ریاست کے عوام کی آرزوؤں کا عکس ہے۔
(7) راجیہ پال ریاست اور مرکز کے درمیان زنجیری شکل کا کردار ادا کرتا ہے۔
(8) (سیاسی) لوک سبھا ملک کی چابی کی صورت میں عوامی ادارہ ہے۔
(9) سیاسی انتظامیہ اور نظام انتظامیہ (کاروباری تنظیم) کے درمیان دوستانہ تعلقات ریاست کی عمدہ نظام حکومت کی اوّلین شرط ہے۔
(10) مستحکم اور باہوش سند یافتہ آفیسر حکومت کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی مانند ہیں۔

.3 مختصر نوٹ لکھیے:

(1) راجیہ پال کا مقام اور کام
(2) ریاست کی ودھان سبھا کے انتظامیہ کے اختیارات
(3) وزیر اعظم کا مقام اور انتظامیہ کے اختیارات
(4) صدر کی قانون سازی اختیارات اور انتظامیہ اختیارات
(5) بل قانون کب بنتا ہے؟ اُس کا عمل بیان کیجیے۔
(6) مالیاتی بل کے متعلق آئینی اہتمام
(7) راجیہ سبھا کا استعمال اور حدود

.4 ذیل میں سے مناسب متبادل پسند کیجیے:

(1) وِدھان سبھا کا ممبر بننے کے لیے کتنے سال کی عمر ہونی چاہیے؟

(A) 25 سال (B) 30 سال
(C) 35 سال (D) 18 سال

(2) لوک سبھا کے ممبر کی تعداد اور راجیہ سبھا کے ممبر کی تعداد کتنی مقرر کی گئی ہے؟

(A) 545; 250 (B) 455; 350
(C) 182; 11 (D) 543; 238

(3) ان ریاستوں میں مجلسی قانون ساز کے دو ایوان ہیں۔

(A) کرناٹک (B) آندھرپردیش

(C) تامل ناڈو (D) راجستھان

(4) سپریم کورٹ کے جج کو کون فائز کرتا ہے؟

(A) وزیرِ اعظم (B) راجیہ پال

(C) صدرِ مملکت (D) نائب صدر

(5) لوک سبھا کے ممبروں کے عہدے کی مدت کتنے سال کی ہوتی ہے؟

(A) 4 سال (B) 6 سال

(C) 2 سال (D) 5 سال

(6) صدر کس ایوان میں دو اینگلو-انڈین ممبر کا تقرر کرتا ہے؟

(A) راجیہ سبھا (B) لوک سبھا

(C) گوا ودھان سبھا (D) منصوبہ پنچ

(7) وزیر اعظم کو عہدے کا اور صیغۂ زار کا حلف کون دلاتا ہے؟

(A) نائب صدر (B) صدر

(C) سپریم کا مخصوص جج (D) لوک سبھا کے پروٹیم اسپیکر

(8) جوڑیاں بنایئے:

انتظامیہ ادارے	انتظامیہ سربراہ
(1) ضلع سیوا سدن	(A) میئر
(2) مہانگر پالیکا	(B) ڈی ڈی او
(3) ضلع پنچایت	(C) کلکٹر
	(D) کمشنر

(A) 1-A, 2-C, 3-D (B) 1-C, 2-D, 3-B

(C) 1-B, 2-C, 3-D (D) 1-C, 2-A, 3-B

(9) راجیہ سبھا میں صدرِ اعلیٰ کتنے ممبروں کو مقرر کرتا ہے؟

(A) 238 (B) 12

(C) 2 (D) 14

(10) پارلیمنٹ میں اندازنامہ (بجٹ) کون پیش کرتا ہے؟

(A) وزیرِ اعظم (B) وزیرِ داخلہ

(C) وزیرِ مالیات (D) پارلیمنٹ ممبر

سرگرمی : (جماعت کے طلبہ کو گروہ میں تقسیم کرکے سرگرمیاں منقسم کرنا)

- بھارت کے اب تک کے وزیرِ اعظم اور اُن کے کام کا عرصہ نیز بھارت کے صدرِ مملکت کے متعلق تصویر کے ساتھ تحریری احوال تیار کروانا۔
- گجرات کے تمام وزیرِ اعلیٰ کا اور اُن کے عرصے کے متعلق مع تصویر تیار کروایئے۔
- آپ کے علاقے کے ایک پارلیمانی ممبر، ایک مجلسِ قانون ساز ممبر اور ایک کارپوریٹر یا سرپنچ کو اسکول میں دعوت دے کر اُن کی کارکردگی کے متعلق واقفیت حاصل کیجیے نیز حکومت کے منصوبوں کے متعلق جانیے۔
- اسکول میں سماجی، اقتصادی مسائل پر زبانی پارلیمنٹ کا منصوبہ بنا کر بحث کا منصوبہ بنایئے۔
- طلبہ کو وِدھان سبھا ایوان یا کارپوریشن کے سبھا کی براہِ راست ملاقات کے ذریعے کاروائی کا رواں مظاہرہ کروا کے سیروتفریح کا منصوبہ بنائیں۔
- اسکول میں آئین، بنیادی حقوق، فرائض، راہنما اُصول اور اعضائے حکومت پر منحصر کویز مقابلہ منعقد کیجیے۔
- کیا ہم بھارت میں پنچایتی راج کے ذریعے فلاح وبہبودی کی حکومت قائم کرنے میں کامیاب رہے ہیں ؟ بحث ومباحثہ کی مجلس کا منصوبہ بنایئے۔
- مرکزی حکومت، ریاستی حکومت نیز مقامی سطح کے سوراج کے اداروں کے ذریعے تعلیم، عورتوں اور بچوں کی ترقی اور بھلائی کے لیے مختلف منصوبے، پالسی کے پروگراموں پر پروجیکٹ یا تحریری احوال تیار کریں۔

11 بھارت کا عدالتی نظام

سنگھ سرکار (مرکزی حکومت) کے دو حصّے قانون ساز اور انتظامیہ کا مطالعہ کرنے کے بعد ہم اُس کے تیسرے آزاد، غیر جانبدار اور مسلسل مخصوص حصے عدلیہ کے بارے میں مطالعہ کریں گے۔

بھارت کے وفاقی نظام میں پورے ملک میں ایک ہی زینے والا، تسلسل اور وحدانی نظامِ عدالت ہے۔ بھارت کے عدالتی نظام کا انتظام اہرام نما پیرامیڈ کی شکل میں نظر آتا ہے۔ ہمارے یہاں وحدانی نظامِ عدلیہ کی تشکیل کی گئی ہے۔ اُس کے مطابق مرکزی سطح پر یعنی عدالتی نظام کی چوٹی پر سپریم کورٹ ہے، جب کہ درمیان میں ریاستی سطح کی بڑی عدالت (ہائی کورٹ) ہے اور اُس کے ماتحت ضلع سطح کی اور تعلقہ سطح کی مقامی یا علاقائی عدالتیں اور ماتحتی عدالتیں، ٹرائل عدالتیں ہیں، مختلف مقاصد کے لیے اس کے علاوہ ٹریبونل بھی تشکیل کی گئی ہیں۔

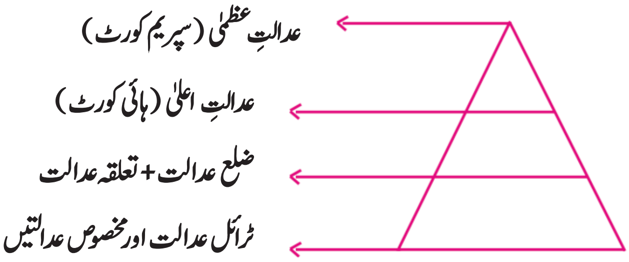

عدالتی نظام کی اہمیت

بھارت کے شہریوں کے حقوق کے تحفظ اور جتن کرنے کے لیے نیز مرکز اور ریاست کے درمیان یا ریاست-ریاست کے درمیان کام نیز تقسیم سے متعلق کوئی مسئلہ درپیش ہو تو اُس کے لیے آئین میں کیے گئے اہتمام کے مطابق حل کرنے کے لیے وفاقی نظام میں ایک مستحکم اور غیر جانبدار عدالتی نظام کی ضرورت درکار ہے۔ آئین کی اہمیت پر اثر انداز نہ ہو، اس بات کو مدّنظر رکھتے ہوئے کسی قانون کی دفعہ یا اہتمام کا آئین کے ساتھ مشابہت ہے یا نہیں، قوانین کی پیچیدگیوں کو سلجھانے کے لیے تحقیقاتی طور سے عدالتی نظام کی بڑی اہمیت ہے۔ ملک کی مجلسِ قانون ساز اور انتظامیہ کے ذریعے آئین کی حدود میں مداخلت نہ ہو، اس بات کو جانچنے کے لیے، اُس کا مشاہدہ کرنے کے لیے ملک میں ایک آزاد اور غیر جانبدار عدلیہ بے حد اہم ثابت ہوتا ہے جو جمہوریت جیسے سیاسی نظام کی سنگِ بنیاد ہوتا ہے۔ اس لیے آزاد، غیر جانبدار اور نیڈر نظام عدلیہ جمہوریت کی سنگِ بنیاد ہے۔ انصاف کرنے کے عمل میں نقصان یا تاخیر نہ ہو اور شہریوں کو جلد از جلد، آسان اور مساواتی انصاف حاصل ہو تبھی آئین کا مقصد پورا ہوتا ہے۔

انتظامیہ میں اور مجلس قانون ساز میں جہاں بیداری ہو، ہوش مندی ہو، وہاں عدالتی نظام کا فعال رہنا ضروری ہوتا ہے۔ لیکن کئی مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے اور ہوا ہے کہ انتظامیہ اور انتظامیہ تنظیم کی غیر فعّالی اور غیر ذمہ داری کی وجہ سے، ساتھ ہی مجلسِ قانون ساز کی آپ خود شاہی کے نتیجے میں بیدار نیڈر یعنی بے خوف، آزاد اور غیر جانبدار عدلیہ نے فعال رہ کر انصاف کیا ہے۔

عدالتِ عظمیٰ (سپریم کورٹ)

ملک کے عدالتی نظام کی سب سے اونچی چوٹی کے مقام پر سپریم کورٹ ہے۔ بھارتی آئین کے مطابق وہ ملک کا سب سے بڑا انصاف کرنے والا ادارہ ہے۔ اُس کی نشست دہلی میں ہے۔ بھارت میں واقع تمام دیوانی اور فوجداری عدالتیں سپریم کورٹ کے ماتحت اُس کی معاون کے طور پر کام انجام دیتی ہیں۔ سپریم کورٹ میں ایک اہم منصف (چیف جسٹس) کے علاوہ 25 ججوں کی تعداد کا اہتمام کیا گیا ہے۔ صدرِ مملکت سپریم کورٹ کے تمام ججوں کا تقرر کرتا ہے۔ سپریم کورٹ کے ججوں کی تعداد میں لوک سبھا تبدیلی کرتی ہے۔ لیکن اگر صدرِ مملکت کو مناسب معلوم ہو کہ سپریم کورٹ میں انصاف کرنے والی کاروائی کا بوجھ بڑھ گیا ہے تب وہ آئینی اختیار کے مطابق سینیر ایڈہوک ججوں کا تقرر کرسکتا ہے۔ سپریم کورٹ کے سینئر ججوں کو بزرگ جج کا تقرر اُن کی سینیوریٹی کے معیار پر ہوتا ہے۔ اہم جج کے علاوہ ودیگر ججوں کا تقرر ہمیشہ چیف جسٹس کے مشورے سے کیا جاتا ہے۔

قابلیت : سپریم کورٹ کا جج بننے کے لیے تقرر پانے والا فرد -

(1) بھارت کا شہری ہونا چاہیے۔

(2) بھارت کے کسی بھی ہائی کورٹ میں جج کے طور پر کم سے کم 5 سال تک کی خدمات انجام دی ہو۔ یا

(3) کسی بھی ہائی کورٹ میں کم سے کم 10 سال کی وکالت کا تجربہ ہونا چاہیے۔ یا

(4) مملکت کی رائے کے مطابق ممتاز قانون داں ہونا چاہیے۔

(5) اُس کی عمر 65 سال سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے۔

اس طرح سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کے سبکدوش ہونے کی حدود 65 سال کی ہے۔تب تک وہ عہدے پر فائز رہ سکتا ہے۔

عہدے سے برطرفی : سپریم کورٹ کے جج کو سبکدوش کرنے کے لیے 65 سال کی عمر مقرر کی گئی ہے۔حالانکہ پارلیمنٹ یعنی لوک سبھا اُس میں قانون تشکیل دے کر تبدیلی کرسکتی ہے۔سبکدوش ہونے کے بعد وہ بھارت کی کسی بھی عدالت میں وکالت نہیں کرسکتے۔لیکن غیر معمولی صورتِ حال میں یا موقع وماحول کے مطابق تحقیقات کے لیے تحقیقاتی انجمن کی کاروائی وہ کرسکتے ہیں۔وہ سبکدوش کی میعاد سے قبل اگر اپنے فرائض کی انجام دہی میں ناکام یا کمزور ثابت ہوئے ہوں تو بذاتِ خود تحریری استعفیٰ صدرِ مملکت کو سپرد کرکے اپنے فرائض سے آزاد ہو سکتے ہیں۔لیکن اپنی بدعملی ثابت ہونے پر یا عدم صلاحیت کی وجہ سے عہدے سے برطرف کرنے کی صورتِ حال میں نیز آئین کے حدود کی خلاف ورزی کرنے پر یا شدید غیر طرزِ عمل یا بدعنوانی کرنے کے الزامات کے خلاف پارلیمنٹ (لوک سبھا) ایک خاص طریقۂ کار کے ذریعہ سپریم کورٹ کے جج کو برطرف کرسکتی ہے۔یہ طریقۂ کار یا کاروائی اِس طرح سے ہے۔شدید غیر طرزِ عمل یا بدعنوانی کرنے کے الزامات کے خلاف پارلیمنٹ '**مقدمے**' کی کاروائی کے ذریعے چیف جسٹس کو عہدے سے برطرف کرسکتی ہے۔مقدمے کی یہ کاروائی اس طرح سے ہے۔پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے کل ممبر کثیر تعداد میں موجود ہوں اور انتخاب میں حصہ لینے والے ممبروں کی $\frac{2}{3}$ (دو تہائی) اکثریت کی تجویز صدرِ مملکت کو دی گئی مدت کے دوران پیش کیا گیا ہو تب صدر کی حکم کی تعمیل کے مطابق عہدے سے برطرف کیا جاسکتا ہے۔پارلیمان جج کی بدفعلی کے سلسلے میں سفارش پیش کرنے کے لیے اور تحقیق کاروائی نیز ثبوت کی کاروائی کو درست کرسکتا ہے۔منسلک ججوں کو پارلیمنٹ میں حاضر رہ کر اپنے بچاؤ میں سفارش پیش کرنے کا موقع دیا گیا ہے۔

سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کو عہدہ اختیار کرنے سے پہلے صدرِ مملکت عہدے کے صیغۂ راز اور آئین پر کاربند رہنے یا آئین کے تئیں وفادار رہنے کا حلف دِلاتا ہے اور اُنہیں حلف نامے پر دستخط کرنا پڑتی ہے۔

سپریم کورٹ کے اختیارات اور دائرہ کار

بھارت کی سپریم کورٹ دنیا کی کسی بھی سپریم کورٹ کی بہ نسبت مخصوص اختیارات اور وسیع دائرۂ عمل کی حامل ہے۔اس دائرۂ عمل کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے :(1) بنیادی اختیارات (2) اپیل کے اختیارات (3) مشورے کے اختیارات۔

(1) بنیادی اختیارات : جب عدالت کو فوراً ہی تنازعات کے فیصلوں کا حق حاصل ہو تب اُسے بنیادی اختیارات کہتے ہیں۔سپریم کورٹ بھارت کی سب سے بڑی عدالت ہے اس لیے جھگڑوں کے فیصلے کرنے کا حق سپریم کورٹ کو حاصل ہے۔وہ دیگر کسی عدالت کو حاصل نہیں۔اس دائرۂ عمل میں ذیل کے تنازعات کے فیصلے کرنے کا پورا اختیار سپریم کورٹ کو حاصل ہے۔

(i) سپریم کورٹ سنگھ سرکار اور ایک یا ایک سے زیادہ ریاستوں کے درمیان جھگڑوں کو حل کرنے کا اختیار رکھتی ہے۔

(ii) ایک طرف حکومت اور اُس کے ساتھ ایک سے زیادہ ریاستیں شامل ہو اور دوسری طرف دیگر ریاستیں ہوں تب اُن کے درمیان کے تنازعوں کا حل کرنا سپریم کورٹ کے اختیار میں شامل ہے۔

(iii) دو یا دو سے زیادہ ریاستوں کے درمیان جھگڑوں کا حل کرنے کا مکمل اختیار رکھتی ہے۔

(iv) سپریم کورٹ کو سنگھ سرکار کے کسی بھی قانون یا آئینی قاعدوں کے حوالے سے تمام مسائل کے فیصلے کرنے کا اختیار حاصل ہے۔

(v) اس عدالت کو شہریوں کے بنیادی حقوق کا تحفظ اور جتن کرنے کے اختیارات کے علاوہ بنیادی حقوق کی خلاف ورزی کے عوض حاضر حکم، حقوق حکم یا پابندی حکم وغیرہ اعلان کرنے کے اختیارات بھی حاصل ہیں۔

ریاست - ریاست کے درمیان کے یا ریاستوں - ریاست یا ریاست - ریاستوں یا ریاستوں - ریاستوں کے درمیان ندی کے پانی کی تقسیم اور استعمال کے سلسلے میں جھگڑوں یا مسائل کا حل کرنے کا اختیار سپریم کورٹ کے دائرۂ عمل میں نہیں ہے۔اُس کے لیے الگ 'پانی انصاف کمیٹی' (ٹربیونل) فیصلہ کرتی ہے۔سریم کورٹ کے فیصلوں کو آخری فیصلہ مانا جاتا ہے۔سپریم کورٹ کے فیصلے کے خلاف دوبارہ مقدمہ دائر نہیں کیا جاسکتا۔اُس کے فیصلوں کو ماننا ناگزیر ہے۔

(2) اپیل کے اختیارات (تنازعہ شعبۂ حقوق) : سپریم کورٹ میں تین قسم کے تنازعات کے لیے اپیل کی جاسکتی ہے :(i) آئینی پیچیدگی کے قضیے (ii) دیوانی دعوے کے قضیے (iii) فوجداری دعوے کے قضیے۔

(i) بھارت کے کسی بھی ہائی کورٹ کے کسی بھی دعوے کے فیصلے، حکم نامے نیز آخری حکم، ان کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل تبھی کی جاسکتی ہے کہ جب ہائی کورٹ نے اس قسم کا سرٹیفکیٹ دیا ہو کہ مقدمے میں آئین کی کسی دفعہ (قلم) کی پیچیدگی کا اہم قانونی مسئلہ منسلک ہے اور اُن مسائل کا غلط طریقے سے فیصلہ دیا گیا ہے، اس لیے ناراض ہونے والا موکل سپریم کورٹ میں اپیل کرسکتا ہے۔اگر ہائی کورٹ ایسا کوئی سرٹیفکیٹ نہ دے لیکن سپریم کارٹ کو اس بات کا یقین ہوجائے کہ واقعی

فیصلے میں کوئی آئین کی پیچیدگی کا مسئلہ شامل ہے تب وہ خاص منظوری (اپیل کے لیے) دینے کا اختیار رکھتا ہے۔ البتہ اپیل میں نئی وجہ شامل نہیں کی جاسکتی۔ مقدمے کا موکل ہی ان وجوہات کی بنا پر اپیل کرسکتا ہے کہ مسئلے کا فیصلہ ہائی کورٹ میں یا دیگر عدالت میں غلط طور سے دیا گیا ہے۔ وہی شخص ہائی کورٹ کی کاروائی میں سپریم کورٹ میں اپیل کرسکتا ہے۔

(ii) دیوانی قضیوں میں ہائی کورٹ ایسا سٹیفکیٹ دے کہ مقدمہ وسیع اہمیت کا حامل ہے اور اُس میں قانونی پہلوملوث ہے یا قانون کی اہم پیچیدگی کا اہم مسئلہ شامل ہے لہٰذا اُس مسئلے کے لیے سپریم کورٹ کا فیصلہ کرنا ضروری ہے تب سپریم کورٹ میں اپیل کی جاسکتی ہے۔ کسی بھی ہائی کورٹ کے ایک لاکھ سے زیادہ رقم کے دیوانی دعووں کے فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل کی جاسکتی ہے۔

(iii) فوجداری قضیوں میں ماتحتی عدالت نے ملزم کو سزائے موت سے آزاد کیا ہو لیکن ہائی کورٹ نے ملزم کو سزائے موت دے دی ہو تب سپریم کورٹ میں اپیل کی جاسکتی ہے۔ ہائی کورٹ اپنے ماتحتی عدالت سے کوئی مقدمہ اپنے پاس واپس لے کر ملزم کو سزائے موت سناتا ہو اور ایسا سٹیفکیٹ دیتا ہو کہ یہ سپریم کورٹ میں اپیل کرنے کے لیے مناسب مقدمہ ہے اور دوبارہ غور وخوض کے لیے بھی مناسب ہے تب اپیل کی جاسکتی ہے۔ سپریم کورٹ اپنے دیے ہوئے فیصلوں کا خود ہی دوبارہ تحقیق وتصدیق کرسکتی ہے۔ دیگر کسی بھی عدالت میں چلنے والے مقدمے کو اپنی عدالت میں تبدیل (ٹرانسفر) کرسکتی ہے۔ پارلیمنٹ قانون بنا کر سپریم کورٹ کو مزید اختیارات دے سکتی ہے یا اُس کے اختیارات میں اضافہ کرسکتی ہے۔

(3) مشورے کے اختیارات (صلاح کارحق کا شعبہ) : صدرِمملکت چند خاص معاملات میں یا مسائل میں مثلاً قانون کا کوئی اہم مسئلہ ہو یا عوامی مفاد کے موضوعات ہوں، اُس میں سپریم کورٹ کے تاثرات کی ضرورت پیش آئے تو وہ مسائل صدرِمملکت سپریم کورٹ کو غور وخوض کرنے کے لیے بھیج سکتا ہے۔ اس اہتمام کے تحت اور بھی کئی مسائل ہیں جن کے حل کے لیے سپریم کورٹ کے تاثرات وخیالات جاننے کے لیے صدرِمملکت اُن مسائل کو سپریم کورٹ کے پاس بھیج سکتا ہے۔ مثلاً حقیقت کا کوئی مسئلہ، آئینی پیچیدگی کا کوئی مسئلہ، بل کے قانون بننے کے متعلق کوئی مسئلہ درپیش ہو۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ سپریم کورٹ کے پاس بھیجے گئے مسائل پر غور وفکر کرنا اگر اُسے مناسب نہ لگے تو وہ اُن تمام مسائل کو صدرِمملکت کے پاس واپس بھیج سکتا ہے اور اگر سپریم کورٹ اِن مسائل پر اپنے تاثرات یا مشورے پیش کرے تو صدرِمملکت اُن تاثرات ومشورات کو تسلیم کرنے کے لیے کارفرما پابند نہیں ہے۔

(4) دیگر اختیارات : سپریم کورٹ نے کسی مقدمے میں جو بھی فیصلہ پہلے ساعت کیا ہو تو اُس فیصلے کی دوباری تصدیق کرنے کا اُسے اختیار حاصل ہے۔ سپریم کورٹ عدالت کی توہین کے لیے سزا بھی بنا سکتی ہے۔ صدرِمملکت یا نائب صدرِمملکت کے چناؤ کے لیے چناؤ پنچ کے چناؤ سے متعلق تنازعہ حل کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ شہریوں کے بنیادی حقوق کا تحفظ کرنے کے سلسلے میں انتظامیہ کے کسی اقدام کو، قانون کو، حکم یا فرمان کو کہ جو آئین کے ساتھ کارفرما نہ ہو یا آئین کے وفادار نہ ہوں اُس کی بنا پر اُن فرمان کو غیر آئینی قرار دینے اور باطل کرنے کا اختیار سپریم کورٹ کو حاصل ہے۔ یہ اختیار اُسے آئینی علاجوں کے حق کے تحفظ کے تحت آئین کے مطابق دیا گیا ہے۔ اس طرح، سپریم کورٹ آئین کا اور شہریوں کے حقوق کا محافظ - والی کے طور پر فرائض انجام دیتی ہے۔

نظیری عدالت (کورٹ آف ریکارڈز)

نظیری عدالت یعنی ایسی عدالت کہ جس کا ریکارڈز ثبوت کے طور پر اہم قدر ومنزلت کا حامل ہے۔ مثلاً مختلف عدالتوں کے فیصلے، قانونی تشریحات، قبول کردہ روایات وغیرہ دستاویز سپریم کورٹ محفوظ رکھتی ہے جو مثالی ہوتی ہیں اور انہیں پیش کرنے میں کسی قسم کی قانونی طور پر کوئی اقدام نہیں لیا جاسکتا۔ سپریم کورٹ کے فرمانوں یا فیصلوں کو مستقل یعنی قائمی تستاویز مانا جاتا ہے اور وہ سبھی کے لیے قابلِ قبول ہوتا ہے۔ ماتحتی عدالتوں میں مقدمات کے فیصلے کرتے وقت ان دستاویزوں کے حوالات لیے جاتے ہیں۔ اُس کی دفعی معیار ماتحتی عدالتوں کے لیے پابند کار ہے۔ اُنہیں نظرانداز کرنا یا اُن کی توہین کرنا قابلِ سزا مانا جاتا ہے۔

ہائی کورٹ

تسلسل، اہرام نما، وحدانی نظام کے حامل پیرامیڈ کی صورت میں نظام عدالت کے نظام کی وسطی کڑی کی شکل میں اہم ریاستی سطح کی عدالت یعنی ہائی کورٹیں ہیں۔ جو ریاست کے علاقوں کے لیے سب سے بڑی اور اہم مانی جاتی ہیں۔ ہرایک ریاست میں ایک ہائی کورٹ کا اہتمام آئین میں کیا گیا ہے۔ دوبارہ سے زیادہ ریاستوں کے لیے ایک ہی ہائی کورٹ تشکیل دینے کا اختیار صدرِمملکت کو دیا گیا ہے۔ برطانوی حکومت کے دوران ممبئی، کول کاتہ اور چینئی جیسے علاقوں میں سب سے پہلے 1862 میں ہائی کورٹیں قائم کی گئی تھیں۔ بھارت میں آج بھی ریاست پنجاب، ہریانہ اور چنڈی گڑھ کے درمیان ایک ہی ہائی کورٹ قائم کی گئی ہے۔ اسی طرح آسم میں جو ہائی کورٹ واقع ہے اُس کے اختیارات کی وسعت آسم کے علاوہ ریاستِ منی پور، میگھالیہ، ناگالینڈ، تریپورا، میزورم اور اروناچل پردیش تک ہے۔

تشکیل: ہائی کورٹ کے جج کا تقرر صدرِ مملکت، سپریم کورٹ کے چیف جسٹس نیز متعلقہ ریاست کے راجیہ پال کے ساتھ غور وفکر کرنے کے بعد کرتا ہے۔ دیگر ججوں کے تقرر میں ہائی کورٹ کے اہم جج کے ساتھ غور وفکر کیا جاتا ہے۔ البتہ صدرِ مملکت، وزیرِ اعظم اور وزراء کی کابینہ کے مشورے کے مطابق کام کرنے والے سے متاثر ہے، تب وزیرِ اعظم اور وزیر اعلیٰ کے ساتھ غور وفکر یا بحث ومباحثہ کرنے کے بعد ہائی کورٹ کے ججوں کا تقرر کیا جاتا ہے۔

ہائی کورٹ کے ججوں کی سبکدوشی ہونے کی عمر 62 سال کی ہوتی ہے۔ وہ صدرِ مملکت سے مخاطب ہوکر استعفیٰ دے سکتے ہیں۔ ہائی کورٹ کے کسی بھی جج کے خلاف اگر بدفعلی یا بدعملی ظاہر ہوجائے تب صدرِ مملکت آئینی اہتمام کے مطابق پارلیمنٹ میں مقدمہ کارروائی کے عمل کو مکمل کرنے کے بعد الزام ثابت ہوجانے پر اُنہیں برطرف کرسکتا ہے۔ ہائی کورٹ کے ججوں کا بھارت کی کسی بھی ریاست میں تبادلہ ہوسکتا ہے۔ تمام ہائی کورٹ میں ججوں کی تعداد یکساں نہیں ہوتی۔ صدرِ مملکت کی رضامندی سے کمزور قضیوں یا مقدموں کی تعداد اور کام کاج کے بوجھ کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے دو سال کی مدت کے لیے ایڈہوک کے معیار پر زیادہ کارگزاری کی بنا پر ہائی کورٹ کے ججوں کا تقرر بھی کرسکتے ہیں۔ سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے کام انگریزی زبان میں ہوتے ہیں۔ مگر جس ریاست کی مجلسِ قانون ساز اپنی ہی ریاست کی زبان میں کسی بھی ریاست کی ہائی کورٹ میں اپنا کام کاج کرنے کی قرارداد پیش کرے تو اُس ریاست کی ہائی کورٹ میں وہ اپنی ہی ریاست کی زبان میں کام کاج کرسکتا ہے یا اُس زبان میں کام کاج ہوسکتا ہے۔

قابلیت: آئینی اہتمام کے مطابق ہائی کورٹ میں مقرر ہونے والا فرد (i) وہ بھارت کا شہری ہونا چاہیے (ii) بھارت کی ریاست میں واقع کسی بھی تحتانی عدالت میں کم سے کم 10 سال منصف کے عہدے پر فائز ہوا ہونا چاہیے یا (iii) اس نے ہائی کورٹ میں کم سے کم 10 سال کا وکالت کا تجربہ حاصل کیا ہو، اس کے علاوہ (iv) صدرِ مملکت کے نظریے سے وہ منصفانہ یا ممتاز آئین کار یا قانون داں ہونا چاہیے، (v) اُس کی عمر 62 سال سے کم ہونی چاہیے۔

ہائی کورٹ کے جج کے طور پر فائز ہونے والے فرد کو اپنا عہدہ اختیار کرنے سے پہلے ریاست کے راجیہ پال یا اس معاملے میں اُنہوں نے مقرر کیے ہوئے کسی فرد کے پاس عہدے کی حلف لینی ہوتی ہے اور حلف نامے پر دستخط کرنا ہوتا ہے۔

ہائی کورٹ کے اختیارات: ہائی کورٹ کے اختیارات اور دائرۂ عمل کو مندرجۂ ذیل اختیاری شعبوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(1) بنیادی اختیارات: ہائی کورٹ کو شہریوں کے بنیادی حقوق سے محروم ہونے پر کسی فرد کے لیے اختیاری تنظیم یا حکومت کے خلاف احکامات یا اعلیٰ فرمان، قیدی کو گرفتار کرنا جیسے اجازت نامے کے فرمان اور رِٹ دینے کے اختیارات حاصل ہیں۔ کمپنی سے متعلقہ کوئی معاملہ، شادی، طلاق اور نان ونفقہ کے مطابق کوئی قضیہ جاری رکھنے کے اختیارات ہائی کورٹ کو حاصل ہیں۔ عدالت کی توہین سے متعلق زمین، محصول اور اُس کی وصولی سے متعلق، زمین جائداد اور تنخواہ بھتّہ نیز معاوضہ سے متعلق دعوے کے قضیے جاری رکھنے کے لیے ہائی کورٹ کو اختیارات حاصل ہیں۔ تمام دیوانی اور فوجداری قضیوں میں ماتحتی عدالتوں میں دیے گئے فیصلے کے خلاف رِٹ عرضی یا سفارش، چناؤ کو چیلنج کرتی ہوئی نیز امتحان کے لیے داخلہ سے متعلق اہتمام کو چیلنج کرنے والی پٹیشن ہائی کورٹ میں ہوسکتی ہے۔

(2) اپیل کے اختیارات: ہائی کورٹ کے اقتدار میں، ریاست میں واقع ماتحتی عدالتوں کے قضیوں کے فیصلوں کے خلاف اپیل کی جاسکتی ہے۔ ضلع کی فوجداری عدالتوں (سیشن کورٹ) کے جج جب گنہگار کو اُس کے گناہ کے لیے چار سال سے زیادہ مدّت کی سزا کا اعلان کرے تو وہ فیصلے کے خلاف ہائی کورٹ میں حمایتی اپیل کرسکتا ہے۔ سیشن کورٹ کسی گنہگار کو اس کی ماتحتی فوجداری عدالت کے فیصلے کے خلاف خونی سزا کے طور پر سزائے موت کا اعلان کیا ہو تب اُس کے خلاف ہائی کورٹ میں اپیل کی جاسکتی ہے۔ ٹریبونلوں کے فیصلے سے ناراض ہونے والے حمایتی بھی ہائی کورٹ میں اپیل کرکے انصاف حاصل کرسکتے ہیں۔ ہائی کورٹ کے کسی قضیے میں آئین کی پیچیدگیوں کے حوالے سے قانونی مسئلہ اگر درپیش ہو تب بھی اُس فیصلے کا اختیار ہائی کورٹ کو حاصل ہے۔

(3) انتظامیہ کے اختیارات: تمام ہائی کورٹوں کو وہ جن ریاستوں یا جن علاقوں میں واقع ہیں اُن علاقوں کی تمام عدالتوں اور منصفانہ پنچوں (ٹریبونل) کی نگرانی کرنے اور اُن کی کارروائی پر قابو پانے کے اختیارات حاصل ہیں، جہاں تک اُس کے اختیارات کی وسعت ہے۔ ضرورت پڑنے پر ایسی عدالتوں سے قضیے کے کاغذات یا پیپرس دستیاب کرنے اور قضیہ جاری رکھنے کے اختیارات حاصل ہیں۔ اپنے ماتحتی عدالتوں کے رویوں (برتاؤ) اور کارروائی پر قابو پانے کے لیے معمولی اُصولوں کی تشکیل کرسکتی ہے۔ ہائی کورٹ مختلف قسم کی فیس کے معیار پر فی کی رقم مقرر کرسکتی ہے۔ اہتمام آئین کے عین مطابق اور فرمانبردار ہونا چاہیے۔ ماتحتی عدالتوں کو حساب یعنی گنتی اور اندراج کس طریقے سے کرنا، اُس کی رہنمائی بڑی عدالت یعنی ہائی کورٹ کرتی ہے۔

ہائی کورٹ نظیری عدالت کے طور پر (کورٹ آف ریکارڈز) کا مقام رکھتی ہے۔ ہائی کورٹ کے اپنے دیے ہوئے فیصلے مناسب اور منظّم صورت میں ذخیرہ کر کے اشاعت کرنے کا کام انجام دیتی ہے جو فیصلے ماتحتی عدالتوں کے لیے آخری ہوتے ہیں وہ مستقبل میں دوسرے مقدموں کے لیے فیصلے کرنے میں رہنما بنتے ہیں۔ وکیل اُن کی طرفداری اور مخالفت میں دلیلیں پیش کر کے اِن فیصلوں کے معاملے سے فیضیاب ہو کر اُس کا استعمال کرتے ہیں۔ ایسی عدالتوں کو اپنے تئیں توہین کے بدلے سزا اور جرمانہ ادا کرنے کا اختیار بھی ہائی کورٹ کو حاصل ہے۔

گجرات میں ہائی کورٹ سرخیز گاندھی نگر ہائی وے، سولہ، احمد آباد میں واقع ہے۔

ماتحتی عدالتیں

ریاست کی ہائی کورٹ کے زیرِ نگراں اور تابع میں ضلع اور تعلقہ کی عدالتیں، فاسٹ ٹریک کورٹ، ضمنی عدالتیں، ٹریبونل اور کئی مخصوص عدالتیں ہوتی ہیں۔ یہ تمام ماتحتی عدالتیں متعلقہ ہائی کورٹ کے زیرِ نگرانی کام کرتی ہیں۔ ہر ایک ریاست کو انتظامیہ اکائی کے بطور ضلع میں منقسم کیا گیا ہے جس میں دیوانی، فوجداری اور محصولی عدالتوں کا شمار ہوتا ہے۔

ضلع جج (منصف)

کسی بھی ریاست کے ضلع کی عدالتوں کے ججوں کا تقرر متعلقہ ریاست کا گورنر ہائی کورٹ کے چیف جج کے مشورے سے کرتا ہے۔

قابلیت : ضلع جج کے طور پر فائز ہونے والا فرد بھارت کا شہری ہونا چاہیے، کم سے کم 7 سال کی وکالت کے کاموں کا تجربہ ہونا چاہیے، مرکزی حکومت یا ریاستی حکومت کے عدالتی نظام میں افسری خدمات بھی قابلِ اہل مانی جاتی ہے۔ ضلع جج کے علاوہ دیگر عہدوں کا تقرر گورنر، ہائی کورٹ کے چیف جج نیز پبلک سروس کمیشن کے ساتھ صلاح ومشورے کے بعد آئین کے اُصولوں کا پابند رہ کر کرتا ہے۔

ضلع کی عدالتوں کا جج جب دیوانی مقدمات (سوِل میٹر) کی سماعت کرتا ہے تو اُسے ضلع جج کہتے ہیں اور جب فوجداری مقدمات کی سماعت کرتا ہے تو اُسے سیشن جج کہتے ہیں۔ ضلع عدالتیں ماتحتی عدالتوں کے مقدمات کے خلاف عرضیوں کی سماعت کرتی ہیں۔ تمام ضلعوں کی دیوانی عدالتوں میں ایک لاکھ روپیے تک کے مقدمات سرکار کیے گئے یا سرکار کے خلاف مقدمات چلانے کا اختیار ہے۔ اِن کورٹوں کے سوِل جج سرکار کے خلاف مقدمات کے علاوہ شادی، طلاق، نشوونما یا بحالی اور نان ونفقہ کی، زمین جائداد سے متعلق یا معاوضہ سے متعلق مقدمات، بچھڑے ہوئے افراد کی سرپرستی کے متعلق مقدمات بھی دیوانی عدالتوں کے دائرۂ اختیار میں شامل ہیں۔

فوجداری عدالتوں میں سیشن کورٹ، فرسٹ کلاس جیوڈیشیل مجیسٹریٹ، سیکنڈ کلاس جیوڈیشیل مجسٹریٹ کی کورٹ نیز معاملتدار اور ایگزیکیوٹیو مجسٹریٹ کورٹ ہوتی ہے۔ اِن عدالتوں میں تین سال سے لے کر 10 سال تک کی قید کی سزا اور 5000 روپے یا اُس سے زیادہ رقم کا جرمانہ اور خون کے مقدمہ میں سزائے موت، پھانسی کی، عمر قید، تاعمر کالا پانی جیسی سزا کا حکم دینے کے اختیار حاصل نہیں۔

اس کے علاوہ اسمول کوز کورٹ، فیمیلی کورٹ بھی ضلع میں ہوتی ہے۔ زمین-محصول کے مقدموں کے لیے محصول عدالت اور مزدوروں کے مسائل کے لیے مزدور عدالت (لیبر کورٹ) تشکیل کی گئی ہے اور کئی خاص عدالتیں (ٹریبونل) کی تشکیل کی گئی ہے۔ جیسے کہ موٹر، حادثات میں معاوضہ کے لیے ٹریبونل مدرسوں کی نوکری کے حق ومفاد کے تحفظ کے لیے ''انجمنِ گجرات تعلیمی خدمات ٹریبونل''، قرضے، وصولی کے لیے ٹریبونل، گاہک کے تحفظ کے لیے 'گاہک تکرار نِوارن فورم' بھی عدالت کا کردار ادا کرتی ہے۔ حمایت کاروں کو ہونے والے نقصان کے مقدمات کا حل کر کے معاوضہ دے کر انصاف کرتی ہے۔ اس کے علاوہ ریاست گجرات کے تمام ضلعوں میں بعض مقدموں کو جلد از جلد حل کرنے کے لیے اور فوراً انصاف حاصل ہو، اُس مقصد کے تحت 'فاسٹ ٹریک کورٹ' کا انتظام کیا گیا ہے۔ ضمنی قصبے کے مقدمات کے لیے الگ ضمنی عدالتیں بھی گجرات میں قائم کی گئی ہیں۔ ان سبھی عدالتوں میں منصفی کاروائی کو مرکوز کر کے نیز یکسوئی یا وحدانی معیار پر آزاد اور غیر جانبدار رہ کر غیر جانبدارانہ اور منصفانہ کارکردگی کر کے سبھی کو متوجہ کیا ہے۔ لوگ بیدار ہو کر اُس سے فیض حاصل کرنے لگے ہیں۔

لوک عدالت

غریبوں اور سماج کے مالی اعتبار سے کمزور لوگوں کے لیے انصاف کو فوری اور سستا بنانے کے لیے اور انصاف میں ہونے والی تاخیر کو ٹالنے کے لیے ریاست گجرات کے ذریعے سب سے پہلی مرتبہ ریاست میں لوک عدالتیں تشکیل دی گئی ہیں۔ اس عدالت کے ماتحت ''قانونی خدمات اختیاری انجمن'' احمد آباد کے مذکورۂ بالا مفت قانون امداد اور رہنمائی مرکز کے طور پر کام کرتی ہے۔ لوک عدالت چھٹیوں کے دنوں میں یا اتوار کے روز بھی حمایتوں کو اجازت سے رضا کارانہ معیار پر ضلع اور تعلقہ کے اہم مقام پر منعقد کی جاتی ہے۔ لوک عدالتوں میں خاص طور سے موٹر گاڑی حادثات اور معاوضے کی رقم، شادی وطلاق، نان ونفقہ، عموماً سرپرستی کے لیے

بحالی، نجی فریادیں، پولیس فریادیں وغیرہ کے متعلق مقدمات ہوتے ہیں۔ لوک عدالتوں میں وکیلوں، سماجی کارکنوں، تعلیم کاروں، عزت دار وشہرت مند شہریوں، صنعت کاروں، پولیس افسروں، بیمہ کمپنی کے افسروں، جج یا منصفی افسر ہوتا ہے۔ یہاں دونوں مؤکلوں کے درمیان اطمینان بخش مستقل امن وصلح کے لیے حل کیا جاتا ہے۔ جس میں کسی کی بھی ہار یا جیت نہیں ہوتی۔ لوک عدالتوں میں سرمایہ کی، وقت کی بچت ہوتی ہے۔ برسوں کے رکے ہوئے یا تاخیر شدہ مقدمات کا فوراً حل کیا جاتا ہے۔ لوک عدالت کے نتائج کو قانونی درجہ دیا گیا ہے۔ اسی لیے ہی لوک عدالتیں، عوام میں کشش کا مرکز بنی ہیں۔

عدلیہ کی آزادی

بھارتی آئین میں شہریوں کے بنیادی حقوق کے تحفظ اور سماجی، سیاسی اور اقتصادی مساوات اور انصاف قائم کرنے کی عدلیہ کے لیے مجلسِ قانون ساز اور انتظامیہ سے آزاد، غیر جانبدار اور بے خوف رہ کر کرنے کی تصدیق کی ہے۔ عدالتی نظام کو حکومت کا حمایتی یا طرفدار یا حکومت کے ساتھ متعصب نہیں ہونا چاہیے۔ ججوں کا تقرر لیاقت کے مقرر کردہ معیار کے مطابق، تقرر کا عمل، تنخواہ بھتہ، تبادلہ، بھرتی، سبکدوش کی عمر، وغیرہ مقررہ طریقۂ کار کو اپنا کر آئینی اہتمام کو اپنا کر انتظامیہ کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ ذہنی تناؤ دے کر یا سیاسی دباؤ کے زیرِ اثر انتظامیہ کسی بھی جج کو عہدے سے نہیں ہٹا سکتی۔ اُن کی تنخواہ، بھتہ، نوکری یا ملازمت کی شرطوں، تبادلہ، سبکدوش کے فوائد، پینشن فنڈ، تمام معاملوں میں اُنہیں نقصان پہنچے اُس طریقے سے تبدیلی نہیں کی جاسکتی۔ فرائض کی انجام دہی کے دوران جج کے کردار پارلیمنٹ یا ودھان سبھا میں زیرِ بحث نہیں لایا جاسکتا۔ یا طنز بھی نہیں کیا جاسکتا۔ جج سبکدوش ہونے کے بعد کسی بھی عدالت میں وکالت نہیں کرسکتے۔ ان تمام اہتمام کا بنیادی مقصد ججوں کی بہادری سے، سندی طور پر، خودداری کے ساتھ، بے خوف ہوکر، آزاد، غیر جانبدار رہ کر اپنے فرائض انجام دے سکیں اور لوگوں کو صحیح، صاف وشفاف اور فوری طور پر انصاف دے سکیں۔ اس طرح بھارت کے آئین نے عدالتی نظام کو آزادانہ اور غیر جانبدارانہ اور وحدانی صفات کا مخصوص مقام عطا کیا ہے۔ سپریم کورٹ مفاد عامہ کے مفاد عامہ کی عرضی کی طرح محض ایک پوسٹ کارڈ یا معمولی خط کے ذریعے کی ہوئی فریاد پر بھی توجہ دے کر ضروری احکامات جاری کرسکتی ہے۔ عدالتی نظام کی یہ کارکردگی یا فعالی بھی لوگوں کو مدِنظر ہے۔

فی الحال عدالتی نظام اندازاً 3.5 کروڑ سے بھی زیادہ مقدمات کا ذخیرہ ہے۔ مکمل عدالتیں، ججوں کی اور اسٹاف کی نامکمل تعداد میں ہونے والے تقرر کی وجہ سے انصاف میں ہونے والی تاخیر کو دور کرنے کے لیے نیز اندازاً ڈیڑھ ہزار سے زیادہ پرانے اور فرسودہ (غیر موزوں) قوانین کو تبدیل کرنے کی تیاری حالیہ مرکزی سرکار نے کی ہے۔

مشق

1. **مندرجۂ ذیل سوالوں کے جواب دیجیے:**
   (1) سپریم کورٹ کا جج بننے کی لیاقتیں بتائیے۔
   (2) سپریم کورٹ کے بنیادی اختیارات کے متعلق بتائیے۔
   (3) سپریم کورٹ کے دائرۂ عمل کے اختیارات کے علاوہ تفصیلات کے متعلق بتائیے۔
   (4) مقدمے کی کاروائی سمجھائیے۔
   (5) فوجداری مقدمے کے متعلق اپیل کرنے میں سپریم کورٹ کے اختیارات لکھیے۔
   (6) ہائی کورٹ کے ججوں میں کون کون سی لیاقتیں ہونی چاہیے؟
   (7) ماتحتی مختلف عدالتیں بتائیے۔

2. **ذیل کے جملے سمجھائیے:**
   (1) عدلیہ جمہوریت کا بنیادی ستون ہے۔
   (2) سپریم کورٹ آئین اور شہریوں کے حقوق کا محافظ - والی ہے۔
   (3) ہائی کورٹ ایک زنجیر کی شکل کا حامل ہے۔
   (4) لوک عدالتیں کشش کا مرکز بنی ہیں۔
   (5) مجلسِ قانون ساز اور انتظامیہ غیر ذمہ دار اور ثابت ہوں تب عدلیہ کی کارگزاری (فعالی) باعثِ رحمت ثابت ہوتی ہے۔
   (6) سپریم کورٹ نظیری عدالت مانی جاتی ہے۔
   (7) سپریم کورٹ کے جج سبکدوش ہونے کے بعد کسی بھی عدالت میں وکالت نہیں کرسکتے۔

3. مختصر نوٹ لکھیے :

(1) عدلیہ کی آزادی
(2) ہائی کورٹ کے اپیل کے اختیارات
(3) نظیری عدالت
(4) لوک عدالتیں اور مفادِ عامّہ کے مقدمات
(5) تابع یا ماتحتی عدالتیں

5. ذیل میں سے مناسب متبادل پسند کیجیے:

(1) سپریم کورٹ کے ججوں اور ہائی کورٹ کے ججوں کے سبکدوش ہونے کی عمر ہے۔

(A) 65 اور 58 (B) 65 اور 60 (C) 60 اور 55 (D) 65 اور 62

(2) ضلع جج کی قابلیت میں وکالت کا تجربہ ضروری ہے۔

(A) تین سال (B) سات سال (C) دس سال (D) پانچ سال

(3) میزورم اور تریپورا کی ہائی کورٹ کس ریاست میں ہے؟

(A) میگھالیہ (B) ارونا چل (C) آسام (D) ناگالینڈ

(4) مفت قانونی خدمات کی تنظیم کی آفس کا بڑا مرکز واقع ہے۔

(A) وڈودرا (B) راجکوٹ (C) احمد آباد (D) گاندھی نگر

(5) سپریم کورٹ کے ججوں کا تقرر کون کرتا ہے؟

(A) وزیرِ اعظم (B) صدرِ مملکت (C) نائب صدرِ مملکت (D) وزیرِ قانون

(6) گاہکوں کی فریاد کے حل کے لیے کس ادارے کی تشکیل ہوئی ہے؟

(A) مفت قانونی صلاح مرکز (B) دیوانی کورٹ (C) گاہک فورم (D) اسمول کوز کورٹ

سرگرمی

- اسکول میں 'طالبِ علم عدالت' کی تشکیل کرنا نیز اسکول میں ہونے والی چھوٹی بڑی غیر نظم وضبط کے واقعات کے متعلق خطاوار کے خلاف منصف کاروائی کر کے سزا جرمانہ کر کے براہِ راست تعلیم دینا۔
- سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے اہم ججوں کی تصویروں کے ساتھ احوال تیار کیجیے۔
- آخری (پانچ) سال کے کشش متوجہ نتائج کی اسکریپ تیار کروانا۔
- عدلیہ کو غیر جانبدار، آزاد اور بے خوف ہونا چاہیے، اس موضوع پر اسکول میں ممتاز قانون داں کی صورت میں مجلسِ مباحثہ منعقد کرنا چاہیے۔
- لوک عدالت اور 'گاہک فورم' کی کارکردگی کا براہِ راست نگراں بن کر اپنے تجربات پر مضمون مقابلہ یا احوال تحریر کرانا۔
- عدلیہ 'سب سے اعلیٰ اور آزاد' موضوع پر مشہور ومعروف قانون دانوں کی تقریر منعقد کیجیے۔
- اسکول میں نظم وضبط کے مسائل کا حل کرنے کے لیے 'طلبہ کی عدالت' کی تشکیل کیجیے۔ منصفی کاروائی کی ذمہ داری لے کر براہِ راست ترتیب دیجیے۔
- یومِ انسانی حقوق یا گاہک حفاظتی دِن منانے کے موقع پر پوسٹر حریفائی، سلوگن حریفائی منعقد کر کے اپنے علاقے میں 'عوامی بیداری' ریلی کا منصوبہ بنائیے۔

●

12 جمہوریۂ ہند

ہمارا ملک پوری دنیا میں سب سے زیادہ رائے دہندگان کا حامل ملک ہے۔ یا یوں کہیے کہ ہمارے ملک میں سب سے زیادہ رائے دہندگان آباد ہے۔ آبادی کے اعتبار سے ہمارا ملک دنیا میں سب سے بڑا جمہوری ملک ہے۔ اس انوکھی جمہوریت کو آج ساڑھے چھ دہائیوں سے بھی زیادہ عرصہ ہوگیا ہے۔ اس دوران کئی اتار چڑھاؤ آئے ہیں۔ کئی سیاسی آندھیاں چلیں۔ بھارت کے ووٹروں نے جمہوریت میں اپنے یقین واعتماد اور اپنی سوجھ بوجھ کی وجہ سے جمہوریت کے جتن میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ہم جمہوری نظام کے تحفظ اور جتن کے لیے کوشش کررہے ہیں۔ اب ہم بھارت کے جمہوری نظام کے کئی اہم خصوصیات کا یہاں پر مطالعہ کریں گے۔

جمہوری نظام میں انتخاب

دنیا کے بے شمار ممالک میں جمہوری نظامِ حکومت ہے۔ جمہوری نظام ہونے کے باوجود ہر ایک کے نظام حکومت میں اختلافات نظر آتا ہے۔ جمہوریت میں ووٹروں (رائے دہندگان) اپنا ووٹ دیتے ہیں۔ نظامِ حکومت میں اختلافات ہونے کے باوجود ہر ایک جمہوری نظام میں رائے دہندگان کے حقوق اور رائے دہندگان سبھی معاملات میں یکساں ہیں۔ ووٹر، چناؤ کے وقت اپنا ووٹ دے کر جمہوری نظام کو زندہ وجاوید رکھنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ ہمارے ملک میں پارلیمانی نظامِ حکومت ہے، پارلیمان لوگوں کی قیادت کرنے والی قومی انجمن ہے۔ سنگھ کے پارلیمان میں صدر، نائب صدر، راجیہ سبھا اور لوک سبھا کا شمار ہوتا ہے۔ ہم نے اس سے پہلے کے باب میں دیکھا کہ پارلیمان کا ایوان بالا راجیہ سبھا اور ایوانِ زیریں لوک سبھا ہے۔ ریاست میں وِدھان سبھا (لوک سبھا) ہوتی ہے۔ کئی ریاستوں میں ودھان پریشد سرگرداں ہے۔ راجیہ سبھا، لوک سبھا، وِدھان سبھا اور وِدھان پریشد کی تشکیل کے لیے مرکز میں ووٹر (رائے دہندگان) چناؤ کے ذریعے جمہوری حکومت قائم کرتے ہیں۔ ہمارے ملک کے مقامی سوراج کے اداروں میں انتخاب ووٹ ڈالنے کی صورت میں ہوتا ہے۔ اس طرح، چناؤ کے ذریعے جمہوری نظام کا وجود ہوتا ہے۔

جمہوری نظام اور رائے دہندگی

جمہوریت میں رائے دہندگی کی بڑی اہمیت ہے۔ ہمارے ملک میں سبھی کے لیے بالغ رائے دہندگی کا اُصول ہے۔ بلکہ یوں کہنا غلط نہ ہوگا کہ ہر بالغ رائے دہندگان کو رائے دہی کا حق ہے۔ 18 سال یا اُس سے زیادہ عمر کے لوگوں کا انتخابی فہرست میں نام درج ہونا چاہیے۔ وہ شخص ووٹ دے سکتا ہے۔ جس نے نامزدگی درج نہ کی ہو، نیز ذہنی طور سے کند ذہن یا ذہنی مریض نہ ہو، ایسے تمام بھارتی شہریوں کو کسی بھی تفریق کے بغیر رائے دہندگی کا حق حاصل ہے۔ تعلیم کی کمی، غریبی اور ایسے بے شمار معاملات کے درمیان تمام بالغ رائے دہندگی کے ذریعے آئین نے رائے دہندگان پر اعتماد کیا ہے، تمام تر بالغ رائے دہندگی میں ''ایک فرد ایک ووٹ'' کا اُصول تسلیم کیا گیا ہے۔ مفاد، لالچ اور خوف کے بغیر رائے دہندگی کرنا ہر ایک شہری کا فرض ہے۔ رائے دہندگان کو بیدار نیز اپنے فرض کی تئیں ہوش مند ہونا چاہیے۔ آئین میں تمام شہری کو ذات، مذہب، جنس (تذکیر وتانیث) یا تعلیم کے امتیاز کے بغیر رائے دہندگی کا حق دیا گیا ہے۔ جمہوریت میں رائے دہندگی ایک اہم ترین عمل ہے۔ ہمارے ملک میں تمام شہریوں کو جن کی عمر 18 سال یا اُس سے زیادہ ہو اُنہیں ووٹ دینے کا حق ہے اور ہمیں اس اہم حق کا استعمال کرنا چاہیے اور یہ ہمارا فرض بھی ہے۔

جمہوریت کا بنیادی ستون

جمہوریت کی بنیاد یعنی انتخاب (چناؤ)۔ انتخاب کے وقت جوش وجذبے کا ماحول نظر آتا ہے۔ انتخاب کے دوران عوام اپنے رہنما کا مشاہدہ کرسکتی ہے۔ مقرر کردہ قابلیت کے حامل ہر ایک فرد کو جمہوریت میں چناؤ لڑنے کا حق حاصل ہے۔ چناؤ میں سیاسی جماعتوں کے علاوہ غیر سیاسی جماعت کے اُمیدوار بھی چناؤ لڑتے ہیں۔ چناؤ میں جو سیاسی جماعت یا جو غیر سیاسی جماعت کے سب سے زیادہ اُمیدوار جیت کر یا فتحیاب ہوئے ہوں وہ حکومت (اقتدار) پر فائز ہوتا ہے۔ جمہوری نظام میں لوگوں کے تعاون کے ذریعے ہی حکومت تک رسائی ہوسکتی ہے۔ ہمارے جمہوری نظام میں ملک کی سب سے اونچی چوٹی کا مقام پارلیمان ادارہ ہے اور سب سے مضبوط بنیادی اکائی گرام پنچایت ہے۔ گرام پنچایت، تعلقہ پنچایت اور ضلع پنچایت جیسے مقامی سوراج کے اداروں میں چناؤ ہوتے ہیں۔ ان اداروں میں لوگوں کے چناؤ کے ذریعے فتحیاب ممبران کا انتخاب ہوتا ہے۔ چھوٹے شہر میں نگر پالیکا یا بڑے شہر میں مہانگر پالیکا کے چناؤ ہوتے ہیں۔ چناؤ جمہوریت کو زندہ وجاوید رکھتا ہے۔

سیاسی جماعتوں نیز چناؤ کے اُمیدواروں کے لیے چناؤ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ چناؤ جمہوری نظام کے لیے آئینہ کی مانند ہے۔ چناؤ رائے دہندگان کو اپنے اُمیدوار کا مشاہدہ کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ چناؤ ملک میں سیاسی نظام یا سیاسی عمل کی تشکیل کرتا ہے۔ چناؤ سے ملک کے سماجی اور اقتصادی ماحول سے واقفیت ہوتی ہے۔ چناؤ کے ذریعے حکومت کا مستقبل طے پاتا ہے۔ سیاسی جماعت کے علاوہ غیر سیاسی جماعت اور اجتماعی جماعت والوں کا بھی چناؤ ہوتا ہے۔ پارلیمانی جمہوری نظام میں جن سیاسی جماعت کے اُمیدوار زیادہ تعداد میں منتخب ہوئے ہوں وہ جماعت یا اتحادی جماعت تعاون کی بنا پر منتخب ممبران مجموعی طور پر فائز ہوکر

حکومت کی تشکیل کرتے ہیں۔ جمہوریت میں لوگوں کے تعاون کو چناؤ کے ذریعے ہی پرکھا جاسکتا ہے۔ لوگوں کے تعاون کے ذریعے ہی حکومت کو حاصل اور قائم کیا جاسکتا ہے۔ چناؤ جمہوریت کی جان ہے اس لیے چناؤ کا عمل بڑا ہی خاص اور اہم مانا جاتا ہے۔

جمہوریت میں رائے عامّہ

ہمارے ملک میں نمائندہ جمہوری نظام ہے، یہاں رائے دہندگان کے ذریعے فتحیاب ہونے والا عوام کا رہنما یا نمائندہ بنتا ہے۔ اس طرح رہنمائی نظام میں اقتداری جماعت کو قائم رکھ کر دوبارہ حکومت میں فائز ہونے کا خیال کرتے ہیں۔ حکومت میں شامل نہ ہوں ایسی جماعت حکومت حاصل کرنے کے لیے رائے دہندگان کو وجود میں لانے کی کوششیں کرتی ہے۔ حکومت قائم رکھنے یا حکومت میں شامل ہونے کے لیے لوگوں کو اپنے ساتھ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ حکومت کو قائم رکھنے کے لیے حکومت کی کارکردگی، پالیسی یا مختلف مسائل کے متعلق خیالات کے علاوہ رائے دہندگان کو مدّنظر رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ رائے دہندگان سیاسی جماعتوں، رہنماؤں اور اجتماعوں کے لیے بے حد ضروری ہے۔ مجموعی طور پر رائے دہندگان کی جمہوریت میں بڑی اہمیت رہی ہے۔

مضبوط اور اجتماعی رائے دہندگی جمہوریت میں مخصوص اہمیت کی حامل ہے۔ رائے دہندگی حکومت کو غیر انتظامیہ کارکردگی کرنے سے روکتی ہے۔ رائے دہندگی کے ذریعے ملک کے مفاد کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ایسی صورتِ حال کی تعمیر ہوسکتی ہے۔ بیدار، عقلمند اور تجربہ کار شہریوں کو سرکار دھوکہ نہیں دے سکتی۔ دورِ جدید میں رائے دہندگی کے پرچار کے لیے مختلف ذرائع بڑے کارآمد ثابت ہوئے ہیں۔ ان ذرائع کا تفصیل سے تعارف حاصل کریں۔

جمہوریت میں رائے عامّہ کی تربیت کے ذرائع

رائے عامّہ کی تربیت کے لیے نیز لوگوں کو بیدار کرنے کے لیے اشاعت و پرچار کے ذرائع بڑے کارآمد ثابت ہوتے ہیں۔ دورِ جدید میں عوام تک اپنی باتوں یا خیالات کو پہنچانے کے لیے بے شمار وسائل کا استعمال ہوتا ہے۔ ان ذرائع کو بالخصوص دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

پریس : موجودہ دور میں ملک اور دنیا کے حادثات کے متعلق لوگ واقف ہوسکیں، معلومات حاصل کرسکیں اس کے لیے روزنامچے، ہفتہ وار اخبار، پندرہ روزی اخبار اور خصوصی قسم کے رسالے اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ایسے ذرائع چھپ کر آنے والی تفصیلات کو لوگ پڑھ کر واقف ہوکر اپنے تاثرات کے ساتھ باتوں کو قبول یا ناقبول کرتے ہیں۔ مختلف نظریہ رکھنے والے لوگ ایک ہی تفصیل کو پڑھ کر مختلف نتیجہ اخذ کرسکتے ہیں۔ چھپی ہوئی ایک ہی طرح تفصیلات کو اپنے اپنے انفرادی تاثرات پیش کرسکتے ہیں۔ ان تاثرات کی تفصیل صحیح، غیر جانبدار اور کسی بھی فرقہ یا قوم یا مذہب کا حامی نہیں بلکہ روزانہ اخبار کی سچّی خبریں تعصب سے پاک ہونی چاہئیں۔ اگر یہ خبریں تعصب کے ساتھ چھپی ہوتو غلط رائے عامّہ پیدا ہونے کے امکانات ہیں۔ غلط رائے عامّہ کا نظریہ پیدا کرنے کے لیے حکومت اپنی کامیابیوں کو ہی ظاہر کرے تو اور اپنی غلطیاں، ناکامیاں یا خامیاں نظر انداز کرے تو! اس لیے اخبار کا آزاد ہونا بے حد ضروری ہے۔ ہمارا ملک زبان، تہذیب اور علاقائی اختلافات کا حامل ملک ہے۔ ملک کے اِن اختلافات کے درمیان علاقائی زبان کے مقامی اخبارات پڑھنے والوں کے لیے کشش کا مرکز بنے ہیں۔ اس لیے وہ رائے دہندگی کی تعمیر میں اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔ جہاں خواندگی کا تناسب کم ہو، ایسے ملک یا علاقے میں پریس کے ذرائع رائے عامّہ کو تربیت دینے میں اثر انداز نہیں ہوتے۔ اس کے باوجود پریس کے ادبی اثرات کی وجہ سے آج مختلف اجتماعوں، صنعتی گروہوں اور سیاسی جماعتوں نے اپنے اپنے روزنامچے یا اخبارات نشریات کرتے ہیں۔ حکومت کے ذریعے لاتعداد قسم کے اخبارات، معلومات دینے والے رسالے بھی نشر کیے جاتے ہیں۔

الیکٹرونک ذرائع : رائے عامّہ کی تربیت میں ریڈیو، ٹیلی ویژن، فلم جیسے بصری اور سامعی ذرائع کا مقام بھی بڑا اہم ہے۔ جہاں ناخواندگی کا تناسب زیادہ ہو وہاں الیکٹرونک ذرائع بڑے کارآمد ہوتے ہیں۔ اخباروں اور رسالوں کی بہ نسبت ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی اہمیت زیادہ نظر آتی ہے۔ ملک اور بیرونِ ملک کے حادثات اور واقعات آج ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے ذریعے اُسی دوران زندہ نشریات کے ذریعے فرد تک باآسانی پہنچتی ہے۔ ڈرامے اور سیریلوں اور فلم کے ذریعے لطف اندوز ہونے کے ساتھ ذات پات، تفریق، جہیز کی رسم، استحصال، غریبی جیسی سماجی اور اقتصادی کے علاوہ لاتعداد مسائل کی پیش کش مؤثر انداز میں پیش کرکے رائے عامّہ کی تربیت کی جاسکتی ہے۔

موجودہ دور میں ٹیلی ویژن کے علاوہ انٹرنیٹ کی آمد اور اُس کی وسعت سے لوگ گھر بیٹھے خبریں، سیریلیں ڈرامے اور فلموں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ آج اِن وسائل کے ذریعے پیش ہونے والی بداخلاقی، بے حیائی اور تشدد کا انسانوں کے ذہن پر غلط اثر مرتب ہوسکتا ہے۔ ایسے اہم ذرائع یا وسائل کے ذریعے غیر مناسب نشریات نہ ہو اور اُن پر مناسب پابندی عائد کرنا ضروری ہے۔ الیکٹرونک ذرائع میں نشر ہونے والے مختلف آلودہ اور تشدد آمیز پروگراموں کے خلاف سیاسی جماعتوں کو

اور رضا کارادارے قائم کرنا اور مناسب اوقات میں تحریکیں چلانے کو جمہوریت میں خوش آمدید کیا گیا ہے۔

آج کل ٹیکنالوجی اتنی تیز تر بنی ہے کہ انٹرنیٹ کے ذریعے سیلفون سے مسلسل لوگ ایک دوسرے کے رابطے سے اپنی بات یا خیالات پھیلانے کا کام کرتے ہیں۔ موجودہ دور میں رائے عامّہ کی تربیت کے لیے الیکٹرونک ذرائع کا دوگنی مقدار میں استعمال ہوتا ہے۔ ٹیلی ویژن، ریڈیو، نجی ریڈیو یعنی کہ ایف.ایم. ریڈیو وغیرہ دورِ جدید میں رائے عامہ کی تربیت کے لیے مخصوص ذرائع ہیں۔

غیر جانبدار تفصیلات یا واقفیت کے بغیر دورِ جدید میں واقعات یا حادثات کی معلومات تیزی سے پھیل جاتی ہے۔ غلط تفصیلات یا معلومات کی بنا پر رائے عامہ کی غلط تربیت ہونے کا خوف رہتا ہے۔ الیکٹرونک ذرائع سے ہونے والی مختلف قسم کی تمام تر رائے عامہ کی تربیت کا کام کرتے ہیں۔ کسی خاص یا ٹھوس معلومات کی بنا پر رائے عامّہ کی غلط تربیت ہونے کا خوف رہتا ہے۔ الیکٹرونک ذرائع سے ہونے والی مختلف قسم کی تمام تر رائے عامہ کی تربیت کا کام کرتے ہیں۔ کسی خاص یا ٹھوس معلومات کی بنا پر رائے عامّہ کو جاننے کے لیے خدمات کے حوالے سے جو خبریں پیش کی جاتی ہیں وہ خبریں چناؤ کے دوران Opinion Pol پیش کی جاتی ہے۔ اوپینین پول(Opinion Pol) کے ذریعے رائے عامہ کس سمت میں رواں ہے اُس کا اندازہ ہوتا ہے۔ Opinion Pol ہر بار صحیح اور قابلِ اعتماد نہیں ہوتا۔

موجودہ دور میں الیکٹرانک ذرائع بڑی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ جمہوریت میں یا جمہوری نظام میں عوام اور حکومت کو صبر وتحمّل سے کام لینا ضروری ہوتا ہے۔ لوگوں کی باتیں، خیالات یا تفصیلات حکومت تک پہنچے اور حکومت کے مختلف منصوبوں کی تفصیلات نیز حکومت کی کامیابیوں کو لوگوں تک پہنچانے میں یہ ذرائع بے حد کارآمد ہیں۔ ریڈیو کو دور دراز کے اندرونی علاقوں تک اپنا شعبۂ کار حاصل ہے۔ صرف سمعی ذریعہ ہونے کی وجہ سے ریڈیو مؤثر ذریعہ نہیں بن سکا ہے۔ ریڈیو کے مقابلے میں ٹیلی ویژن پر نشر ہونے والے پروگرام میں زیادہ خرچ ہونے کے باوجود الیکٹرونک ذریعہ کے طور پر عوامی مقبولیت حاصل ہے۔ جمہوریت میں عوام پہلے قومی مفاد کو اہمیت دے، پھر اُس کے بعد رائے عامہ پیش کرے، اس بات کی توقع کی جاتی ہے۔

جمہوریت کے اقسام

دنیا کے لاتعداد ملکوں میں جمہوری نظام ہے۔ جمہوری نظامِ حکومت میں بھی تنوعات نظر آتا ہے۔ ہمارے ملک میں پارلیمانی قسم کی جمہوری نظامِ حکومت ہے۔ امریکہ جیسے ملک میں صدارتی قسم کی جمہوری نظامِ حکومت ہے۔ پارلیمانی جمہوریت اور صدارتی جمہوریت، اس طرح دو اہم قسموں کے متعلق ہم دیکھیں گے۔

پارلیمانی جمہوریت : ہمارے ملک نے پارلیمانی جمہوریت کو تسلیم کیا ہے۔ جس میں لوک سبھا کی جس جماعت (پارٹی) کو واضح طور پر اکثریت حاصل ہوتی ہے اُس جماعت کے لیڈر کو صدرِ اعلیٰ، وزیرِ اعظم کے طور پر فائز کرتا ہے۔ اُس کے بعد وزیرِ اعظم حکومت یعنی سرکار کی تشکیل کرتا ہے۔ یہ پارلیمانی حکومت لوک سبھا کو مکمل طور سے جواب دہ ہوتی ہے۔ جب تک حکومت یعنی سرکار لوک سبھا کے اکثریت والے ممبران پر اعتماد کرتی ہو، تب تک ہی وہ حکومت یعنی اقتدار پر فائز رہ سکتی ہے۔

صدارتی جمہوریت : صدارتی جمہوری نظامِ حکومت، جمہوریت کی دوسری اہم قسم ہے۔ صدارتی جمہوریت میں عام طور پر صدر براہِ راست عوام کے ذریعہ منتخب ہوتا ہے۔ صدر آئین میں مقرر کردہ مدّت تک اقتدار یعنی اپنے عہدے پر قائم رہتا ہے۔ امریکہ اور دنیا کے دوسرے کئی ملکوں میں ایسی صدارتی نظامِ حکومت ہے، صدارتی جمہوریت قائم ہے۔

جمہوریت میں انتخابی نظام

ہمارا ملک دنیا میں سب سے زیادہ رائے دہندگی والا ملک ہے۔ اس انتخابی عمل کا انتظام، انصرام اور نگرانی الیکشن کمیشن آزاد، غیر جانبدار اور خودمختار ادارہ ہے، اس لیے یہ ضروری ہے کہ الیکشن کمیشن آزاد، غیر جانبدار اور خودمختار ادارہ ہے۔ اسی لیے الیکشن کمیشن کے متعلق الیکشن کمشنروں کا تقرر، ملازمت کی شرطیں اور عہدے سے برطرفی وغیرہ کی کاروائی کے لیے آئین ہی میں اہتمام کیا گیا ہے۔ اس طرح پارلیمنٹ، ریاستی ایوان، ریاست کی وِدھان سبھا، ودھان پریشد کے علاوہ صدر اور نائب صدر کے چناؤ کی ذمّہ داری اور اختیارات الیکشن کمیشن کو حاصل ہے۔

ہمارے ملک میں چناؤ پوشیدہ ووٹ کے ذریعے ہوتا ہے۔ وِدھان سبھا یا لوک سبھا کے پانچ سال کی مدّت پوری ہوجانے پر اُس کا خاتمہ کرکے نئے سرے سے چناؤ کیا جاتا ہے۔ کسی کی وفات یا مستعفی ہونے کی صورت میں خالی جگہ پُر کرنے کے لیے جو چناؤ ہوتے ہیں اُسے ضمنی چناؤ کہتے ہیں۔ چناؤ کی تاریخیں ظاہر کرنا، نامزدگی کے کاغذات پُر کرنا، کاغذات نامزدگی کو جانچنا، نامزدگی کے کاغذات واپس لینا، اُمیدواروں کی آخری فہرست مقرر کرنا، اُمیدواروں کو چناؤ کے نشان دینا، چناؤ کے دن، ووٹ دینا اور چناؤ کے نتائج جیسے معاملات کا شمار الیکشن کمیشن کے دائرۂ عمل میں ہوتا ہے۔ چناؤ کی تاریخیں ظاہر ہوجانے کے وقت سے ہی سیاسی طور سے پابندی عائد ہوجاتی ہے۔ حکومت سیاسی پابندی کے عمل کے دوران رائے عامّہ پر اثر انداز ہو، ایسی کوئی بھی پالیسی اور اُس پر عمل درآمد ہونے والے فیصلے یا

مفید اشتہارات نہیں کر سکتی۔

چناؤ اُمیدوار یا چناؤ میں حصّہ لینے والی ہر سیاسی پارٹی اور ہر آزاد اُمیدوار اپنے انتخابی منشور میں اپنی کارکردگی، مختلف وسائل اور ملک کی مالی، دفاعی اور خارجہ پالیسی کے سلسلے میں اپنا نقطۂ نظر واضح کرتا ہے۔ وہ امیدوار اپنا یا سیاسی جماعت کا اِن معاملوں میں اپنا رجحان واضح کرتا ہے۔

جمہوریت میں خفیہ (پوشیدہ ووٹ)

ہمارے ملک میں مکمل طور سے خفیہ اور آزادانہ طریقے سے ووٹ کے ذریعہ انتخاب منعقد ہوتا ہے۔ بھارت کی لوک سبھا کا چناؤ دنیا کا سب سے بڑا ووٹ دینے کا عمل مانا جاتا ہے۔ چناؤ کے درمیان مختلف سیاسی جماعتیں، ادارے اور غیر سیاسی جماعتوں کے اُمیدوار چناؤ میں حصہ لیتے ہیں۔ اِن سبھی جماعتوں یا اداروں کے لوگ اپنے خیالات، کیے گئے کام اور مؤثر منصوبوں کو ووٹر کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اس لیے ایسی اُمید رکھی جاتی ہے کہ ووٹر کسی بھی قسم کے مفاد، لالچ یا خوف کے بغیر ووٹ دیں۔

چناؤ کے عمل کے دوران 'خفیہ ووٹ دینے' کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ ووٹروں کو پوشیدہ طور پر ووٹ دینے کا حق حاصل ہے۔ اس لیے یہ قطعی طور سے پوچھا نہیں جاسکتا کہ ووٹر کا ووٹ پوشیدہ ووٹ دیا۔ الیکشن کمیشن کے غیر معمولی ردِّعمل کی وجہ سے ووٹر کا ووٹ پوشیدہ رہتا ہے۔ ایسا انتظام بھی الیکشن کمیشن میں کیا جاتا ہے کہ چناؤ کی کارکردگی میں شامل سبھی ملازم اور فوجی افسران وغیرہ بھی ووٹ دے سکیں۔ ووٹ دینے کے لیے بالخصوص دو طرح کی سرگرمی کا استعمال ہوتا ہے۔ (الف) کاغذی ووٹ کے ذریعے ووٹ دینا اور (ب) الیکٹرونک مشین (EVM) کے ذریعے ووٹ دینا۔ کاغذی ووٹ کے ذریعے دیے گئے ووٹ کی گنتی میں کافی وقت صَرف ہوتا ہے۔ دورِ جدید میں زیادہ تر چناؤ الیکٹرونک مشین کے ذریعے ہوتے ہیں۔ EVM یعنی Electronic Voting Machine کے طور پر پہچانا جاتا ہے۔ اس مشین کی وجہ سے ووٹ کی گنتی تیز تر ہوتی ہے، انسانی وقت اور انسانی محنت کی بچت ہوتی ہے، کاغذ کی بچت ہونے کی وجہ سے ماحولیات کو بھی نقصان ہونے سے بچایا جاسکتا ہے۔ اُمیدواروں میں سے کوئی بھی اُمیدوار کو ووٹ نہ دینا چاہے تو ووٹر NATO (نن آف دی ابیو یا ناٹو) کا استعمال کرسکتا ہے۔

جمہوریت میں سیاسی جماعتیں

ہمارے ملک میں کثیر الجماعت، جمہوریت ہونے کی وجہ سے ملک میں لاتعداد چھوٹی بڑی سیاسی جماعتیں ہیں۔ جماعت کو تشہیر دینے کے لیے الیکشن کمیشن نے معیار طے کیا ہے۔ مخصوص قومی یا مقامی جماعت کے طور پر الیکشن کمیشن مخصوص پالسی اور مقررہ معیار کی بنیاد پر مقبولیت دیتی ہے۔ جو سیاسی جماعت کم سے کم چار ریاستوں سے چناؤ لڑے اور اِن چاروں ریاستوں میں منعقد آخری چناؤ کے کل ووٹنگ کے چار فیصد ووٹ حاصل کرنے والی سیاسی جماعت کو قومی جماعت اور دیگر جماعتوں کو مقامی یا علاقائی جماعت کے طور پر مانا جاتا ہے۔ الیکشن کمیشن کے ذریعے دی گئی ہدایت کے مطابق 10 مارچ 2014 تک ملک میں 1593 سیاسی جماعتیں درج ہوئی ہیں۔ پچھلے سال 239 جماعتوں کا اضافہ ہوا ہے۔

ہمارے ملک میں بھارتی راشٹریہ کانگریس INC (Congress) اور بھارتی جنتا پارٹی (BJP) اہم سیاسی پارٹیاں ہیں۔ اس کے علاوہ بہوجن سماج پارٹی (BSP) کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا (CPI)، کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا (مارکسسٹ) (CPIM) اور راشٹریہ کانگریس پارٹی (NCP) جیسی قومی سطح کی جماعتیں ہیں۔ اس کے علاوہ شیو سینا، تُرن مول کانگریس، سماج وادی پارٹی (SP)، دراوڑ منیترکزگام (DMK)، انا دراوڑ منیتر کزگام (AIADMK) اور عام آدمی پارٹی (AAP)، جنتا دَل یونائیٹیڈ (JDU)، راشٹریہ جنتا دَل (RJD) جیسی علاقائی جماعتیں ہیں۔ قومی جماعت کے طور پر مقبولیت کی حامل جماعت کی مقبولیت حاصل شدہ ووٹ کی بنا پر ہوسکتی ہے۔ جب کہ کئی علاقائی جماعتوں کو قومی جماعت کے طور پر مقبولیت بھی حاصل ہوسکتی ہے۔ حکومت کی تشکیل کرنے والے، اقتدار حاسل کرنے والی جماعت، اقتداری جماعت اور مخالف جماعت کے طور پر پہچانے جاتے ہیں۔ حکومت کی پالیسی سے متعلقہ عوامی جمہوریہ کے طریقے سے مخالفت کرکے رائے عامہ کی تربیت کا کام کرتی ہے۔ ضرورت کے مطابق سماجی اور عوامی مفاد والے مسائل حکومت کے تعاون میں صحت مند اور توقع مند ثابت ہوسکتے ہیں۔ اقتداری جماعت اور مخالف جماعت کے مابین متوازن تعلقات پر جمہوریت کی کامیابی کا دارومدار ہے۔ مؤثر اور مستحکم مخالف جماعت زندہ وجاوید جمہوریت کے لیے لازمی شرط ہے۔ جمہوریت ایک رتھ کی مانند ہے، جس میں اقتداری جماعت اور مخالف جماعت اُس رتھ کے دو پہیے ہیں۔

مشق

1. ذیل کے سوالوں کے جواب مختصر طور پر دیجیے:

(1) کتنے سال کی عمر میں ووٹ دینے کا حق حاصل ہے؟

(2) رائے عامّہ کی تربیت میں کون کون سے ذرائع استعمال ہوتے ہیں؟

(3) بھارت میں کون کون سی علاقائی اور قومی جماعتیں کارفرما ہیں؟

.2 ذیل کے جملوں کی وجوہات سمجھائیے :

(1) رائے دہندگی (ووٹ دینا) جمہوریت کو زندہ وجاوید رکھتی ہے۔

(2) پارلیمانی قسم کی جمہوریت انوکھی اور اہم ہے۔

(3) نشری ذرائع رائے عامہ کی تربیت کے لیے نہایت اہم ذریعہ ہیں۔

(4) انتخابات (چناؤ) جمہوریت کا پیمانہ ہیں۔

.3 مختصر نوٹ لکھیے :

(1) سیاسی جماعت کی قسمیں۔ (2) رائے دہندگان (ووٹ دینے والے) اور حکومت (سرکار) (3) الیکشن کمیشن اور سیاسی جماعتیں

.4 فرق لکھیے :

(1) سیاسی جماعتیں اور علاقائی جماعتیں (2) پارلیمانی جمہوریت اور صدارتی جمہوریت (3) پریس کے ذرائع اور الیکٹرونک ذرائع

.5 خالی جگہ پُر کیجیے:

(1) ہمارے ملک میں بالغ رائے دہندگی کے لیے ....اُصول کو تسلیم کیا گیا ہے۔

(A) ایک فرد کثیر ووٹ (B) ایک فرد ایک ووٹ (C) ایک فرد مخالف ووٹ (D) ایک فرد عوامی ووٹ

(2) رائے عامّہ کی تربیت کے لیے ....ذرائع کم اثر پذیر ہوتے ہیں۔

(A) بصری-سمعی ذرائع (B) بصری ذرائع (C) سمعی ذرائع (D) پریس کا ذریعہ

(3) EVM کا صحیح نام ....ہے۔

(A) الیکٹرونک ویلیو مشین (B) الیکٹرونک وئیٹ مشین (C) الیکٹرونک ووٹنگ میتھرڈ (D) الیکٹرونک ووٹنگ مشین

اتنا کریں :

- یومِ بیداری قومی رائے دہندگان (25 جنوری) کو منانے کے علاوہ رائے دہندگان.... رائے دہندگی رائے دہندہ کا حق..... رائے دہندگان جاگے.....ترقی کا مطالبہ کریں.....رائے دہندگان بناتی ہے سرکار جیسے موضوعات کے متعلق بحث ومباحثہ کا منصوبہ بنانا۔
- جمہوریت کو زندہ وجاوید رکھتے ہوئے مختلف تصویریں، فوٹوگراف یا کارٹون اکٹھا کرکے اُسے اسکول کی سطح پر مظاہرہ کرسکتے ہیں۔تقریری مقابلے کا منصوبہ بنا سکتے ہیں۔ جمہوریت کو زندہ وجاوید رکھنے کے لیے مخصوص انتظام اور سرگرمیوں کا اسکول میں منصوبہ بنا سکتے ہیں۔
- اسکول میں پارلیمانی چناؤ کے طریقے سے طلبہ کی انجمن کے چناؤ کی سرگرمی کرنا۔

- ہمارے یہاں رائے عامّہ کی تربیت کے دو اہم قسم کے ذرائع موجود ہیں۔ جن کے متعلق بحث ومباحثہ کرکے اُس کی بنا پر اِن ذرائع کا مناسب اور غیر مناسب استعمال کے بارے میں اپنے تاثرات یہاں بیان کیجیے۔

الیکٹرونک ذرائع کا انفرادی طور پر مناسب استعمال	پریس کے ذرائع کا انفرادی طور پر مناسب استعمال
•	•
•	•
•	•
الیکٹرونک ذرائع کا انفرادی طور پر غیر مناسب استعمال	پریس کے ذرائع کا انفرادی طور پر غیر مناسب استعمال
•	•
•	•
•	•

•

اکائی 3: بھارت: زمین اور لوگ

پچھلی صدی کے ملک اور دنیا کو متاثر کرنے والے ابتدائی حالات وواقعات سے ہم واقف ہوئے۔ ملک کی تحریک آزادی اور حصول آزادی پچھلی صدی کا دنیا کو متاثر کرنے والا اہم واقعہ ہے۔ نئے آزاد ملک کے نہ صرف مسائل حل کیے بلکہ ترقی کی نئی راہیں بھی نکالی۔ جواب دہ، ریاستی نظام،شہری کے حقوق، آزاد عدالتی نظام وغیرہ اور ملک کی تعمیر نو کے لیے ہم سب مستعید ہیں۔

اکیسویں صدی کی دوسری دہائی کی تکمیل تک آزاد بھارت کے ساڑھے چھ دہائی کے ترقی کے سفر کا مطالعہ کرنے سے ہمیں ترقی کا منصوبہ بنانے میں آسانی ہوگی۔

کسی بھی علاقے یا ملک کے لیے اس کی قدرتی دولت جائے وقوع، اس کے مستقبل کی اقتصادی سرگرمیاں اور ترقی کے لیے لامحدود امکانات مہیا کرتی ہے۔ اس ضمن میں ہمارے ملک کی طبعی ساخت، پانی کا بہاؤ اور متنوع حیاتیات کا مطالع نہایت ہی دلچسپ ہوگا۔ ملک کی مختلف عوامی زندگی، خورد ونوش، بود وباش اور گوناگوں رسم ورواج ایک وسیع ملک کی تصویر پیش کرتے ہیں۔تو پھر آفتوں کے انتظام کی معلومات سے ہم اس کی شدت میں تخفیف کرسکیں گے۔

•

13 بھارت : جائے وقوع، زمین کی تشکیل اور طبعی ساخت -I

دنیا کے ملکوں میں بھارت کا اہم مقام ہے۔ بھارت ایک وسیع ملک ہے۔ بھارت کی تہذیب قدیم ترین ہے۔ آبادی کے اعتبار سے یہ دنیا کا سب سے بڑا جمہوری ملک ہے۔ بھارتی تہذیب کے رواداری کے جذبے نے کسی بھی مذہب، ذات یا عوام کو فراموش نہیں کیا بلکہ ہر ایک کو اپنایا ہے۔ اس طرح سبھی مذہب کے عوام رواداری کا جذبہ بھارت کی بے مثال خصوصیت ہے۔ اسی لیے بھارت تہذیبوں کا گہوارہ کہا جاتا ہے۔

قدرتی اور انسان کی پیدا کردہ کئی آفتیں آنے کے باوجود بھارت نے اپنی ترقی اور کامیابی کا تسلسل برقرار رکھا ہے۔ اس کے علاوہ بھارتی تہذیب کی نشوونما اور ترقی میں اس کے جغرافیائی ماحول کا حصہ بھی قابلِ ذکر ہے۔

13.1 دنیا میں بھارت

بھارت : جائے وقوع - سرحد - رقبہ

جغرافیائی نظریے سے بھارت نصف کرہ میں واقع ہے۔ وہ برّ اعظم ایشیا کے جنوبی حصے میں پھیلا ہوا ہے۔ بھارت کے خاص زمینی علاقے کا رقبہ 4'°8 سے 6'°37 شمالی عرض البلد اور 7'°68 سے 25'°97 مشرقی طول البلد کے درمیان واقع ہے۔ بھارت کے درمیان سے خط سرطان گزرتا ہے جو 30'°23 شمالی عرض البلد پر واقع ہے، جو ملک کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔ اس کا شمالی حصہ زیادہ تر مشرقی اور مغربی سمت میں پھیلا ہوا ہے۔ یہاں وسیع میدان اور ہمالیہ کے پہاڑی سلسلے واقع ہیں۔ خط سرطان سے جنوبی علاقہ مثلث نما ہے۔ اس کا جنوب کی جانب کا زمینی علاقہ تنگ ہوتا جاتا ہے۔ یہ خاص طور سے جزیرہ نما کا سطح مرتفع کا علاقہ ہے۔ اس میں مشرق اور مغرب کے کناروں کے تنگ میدانوں کا شمار ہوتا ہے۔

بھارت ملک کا طول البلدی اور عرض البلدی رقبہ تقریباً یکساں یعنی °30 ہے۔ لیکن حقیقی فاصلہ لداخ سے کنیا کماری، شمال سے جنوب کی لمبائی 3214 کلومیٹر ہے۔ مغرب میں گجرات سے مشرق میں اروناچل پردیش تک کا رقبہ 2933 کلومیٹر ہے۔ طول البلدی علاقے کی وسعت کی وجہ سے اُس کے مشرق اور مغرب میں آئے ہوئے دور کے علاقوں کے مقامی وقت میں دو گھنٹے کا فرق ہے۔ جب کہ اروناچل پردیش کے مشرقی حصے میں سورج طلوع ہوتا ہے۔ ٹھیک اُسی وقت گجرات میں رات ابھی باقی ہوتی ہے۔ لہٰذا بھارت کے معیاری وقت کا خط 30'°82 مشرقی طول البلد ہے۔ جو پانچ ریاستوں سے گزرتا ہے۔ اس کا مقامی وقت ہی بھارت کا معیاری وقت تسلیم کیا جاتا ہے۔

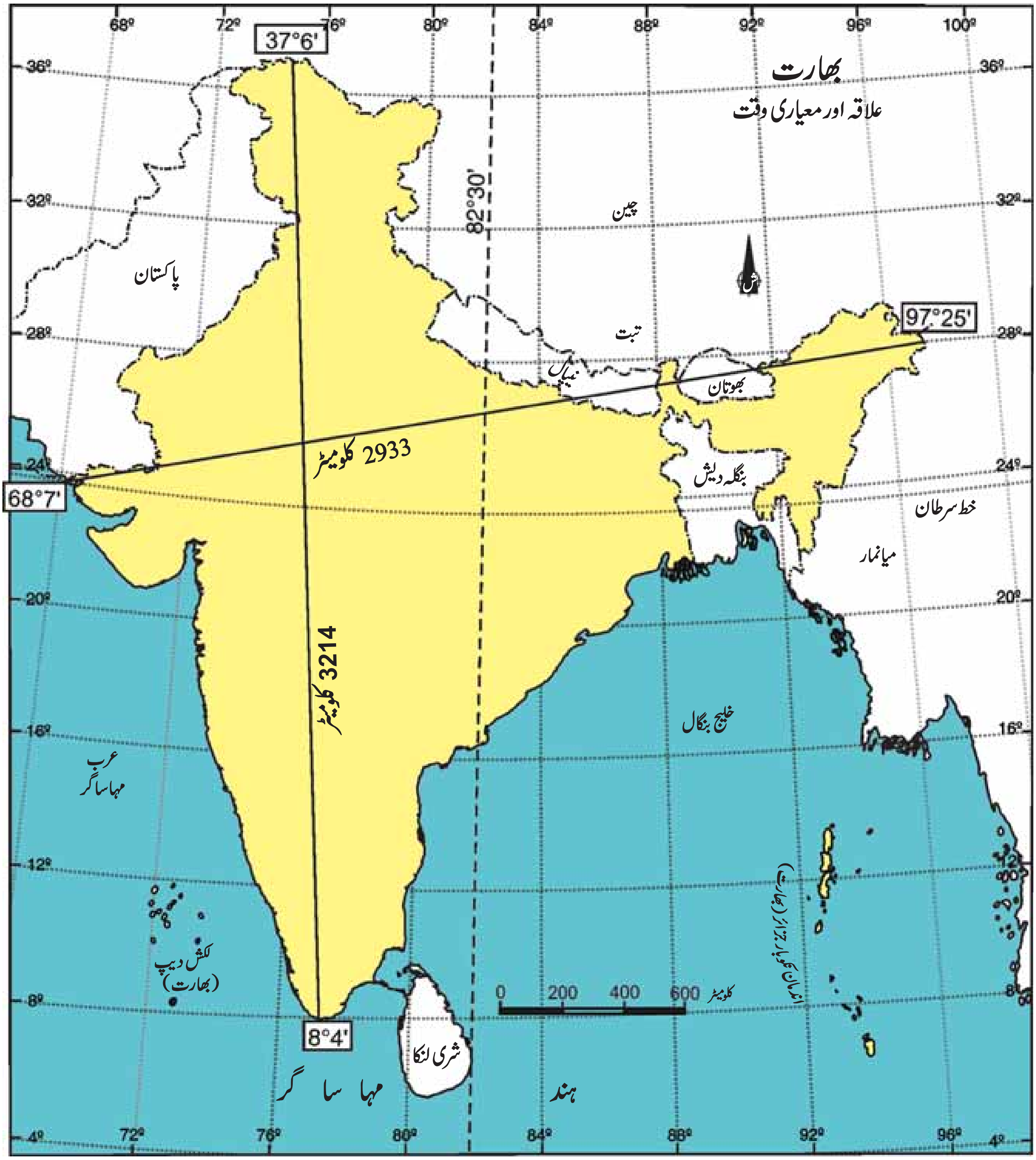

13.2 بھارت : علاقہ اور معیاری وقت کا خط

بھارت کا رقبہ 32.8 لاکھ مربع کلومیٹر ہے اور رقبے کے اعتبار سے دنیا کے ممالک میں ساتویں نمبر پر ہے۔ بھارت دنیا کی زمین کا صرف 2.42% فی صد حصہ ہی گھیرے ہوئے ہے۔ دنیا کے چھ ممالک جو بھارت سے بڑے ہیں، اُن میں (1) رشیا (2) کینڈا (3) یو۔ایس۔ (4) چین (5) برازیل (6) آسٹریلیا ہے۔

بھارت کا بری علاقہ براعظم ایشیا کے جنوب میں واقع ہے۔ اس کے شمال میں اونچے پہاڑوں کا سلسلہ سینکڑوں کلومیٹر کی لمبائی میں شرقاً غرباً پھیلا ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے تبت اور چین سے آمد ورفت صرف اونچائی پر واقع پہاڑی گھاٹ کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ جنوب میں جزیرہ نما بھارت کے مشرق میں خلیج بنگال، مغرب میں بحیرۂ عرب اور جنوب میں بحرِ ہند واقع ہے۔ اس سمندر کا بحری راستے کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ باوجود اس کے کہ بری راستے پہاڑی رکاوٹوں سے گھرے ہوئے ہیں۔ بھارت نے باہر سے آنے والی تہذیبوں کے عناصر کو قبول کیا ہے، جس کی وجہ سے بھارتی سماج میں ہم آہنگی پیدا ہوگئی ہے۔

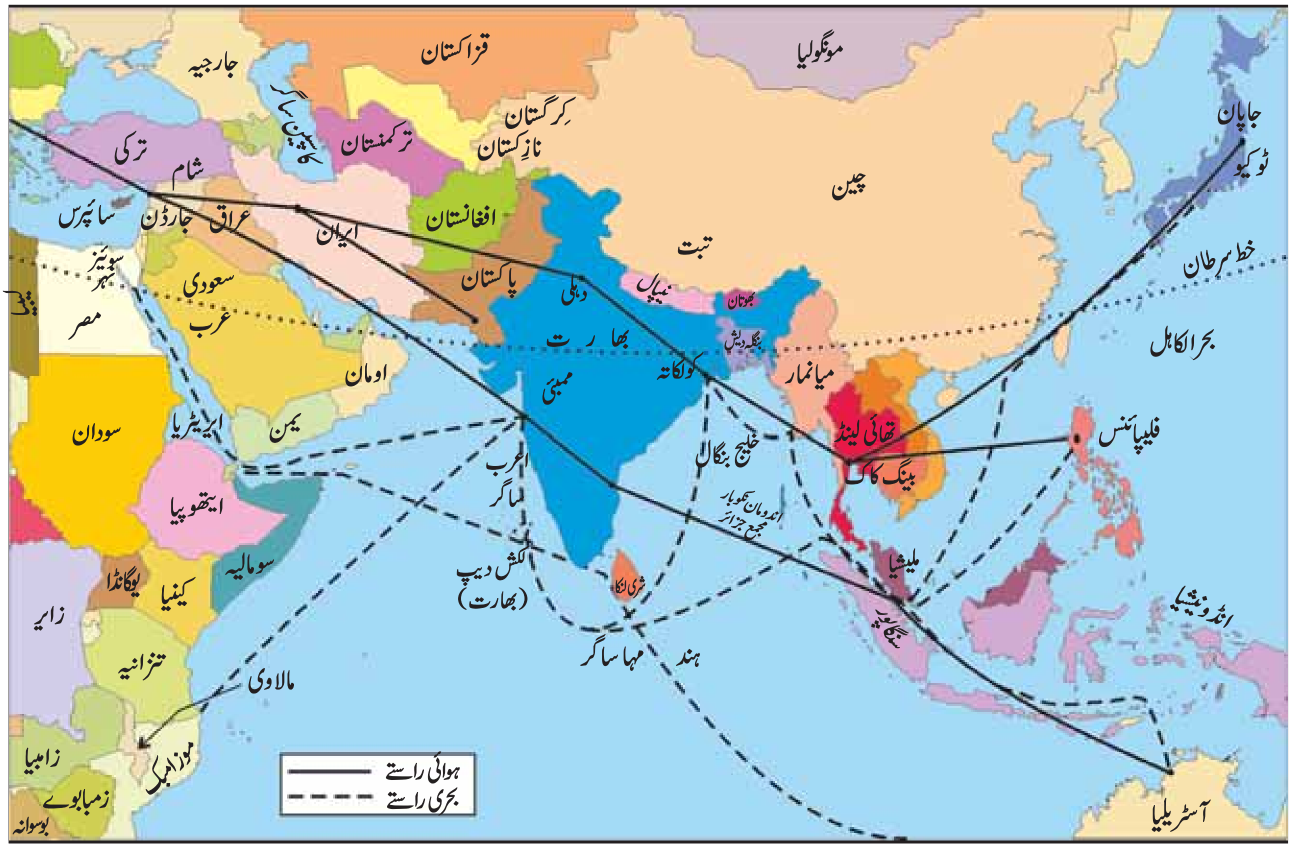

13.3 بھارت کا اسٹریٹیجک (حکمت عملی) مقام

بھارت مشرقی نصف کرۂ ارض میں اہم مقام رکھتا ہے اور اس کا اسٹریٹیجک مقام بھی خاص ہے۔ بھارت مشرقی نصف کرۂ ارض کا حصہ ہے۔ زمانۂ قدیم میں باہمی تعلقات استوار کرنے میں سمندروں کا اہم رول رہا ہے۔ بھارت بحرِ ہند کے سر کے مانند ہے۔ مشرقی افریقہ، مغربی ایشیا، جنوبی ایشیا اور جنوبی مشرقی ایشیائی ملکوں کے ساتھ بحری راستوں کے ذریعے بھارت کے تعلقات قدیم زمانے سے ہیں۔ بھارت نے اپنے مخصوص مقام کی بدولت ہی ان ملکوں کے ساتھ گہرے تہذیبی اور تجارتی تعلقات قائم کیے ہیں۔ بحرِ ہند کے ساتھ کسی بھی ملک کا ساحلی علاقہ بھارت کی طرح جڑا ہوا نہیں ہے۔ اسی وجہ سے اس مہاساگر کا نام ہند مہاساگر (بحرِ ہند) رکھا گیا ہے۔

بین الاقوامی بحری راستوں میں بھی بھارت کا مقام اہم ہے۔ 1869ء میں سوئیز نہر کے کھل جانے سے بھارت اور یورپ کا درمیانی فاصلہ 7000 کلومیٹر کم ہوگیا ہے۔ مشرق اور جنوب مشرقی ایشیا اور آسٹریلیا سے افریقہ اور یورپ جانے والے تمام بحری راستے بحرِ ہند ہوکر گزرتے ہیں۔ جنوبی افریقہ سے آنے والا بحری راستہ اور سوئیز بحری راستہ دونوں بھارت سے ہوکر گزرتے ہیں۔ اسی راستے سے انڈونیشیا کے ملکا آبنائے سے گزر کر بحرالکاہل کو عبور کرتے ہوئے کنیڈا اور یو۔ایس۔ تک پہنچا جاسکتا ہے۔

صدیوں سے بھارت کے تعلقات دنیا کے ملکوں سے رہے ہیں۔ اشیاء اور خیالات کا لین دین عہدِ قدیم سے جاری ہے۔ اسی طرح اپنشد کے خیالات، رامائن اور پنچ تنتر کی کہانیاں، سائیکوتھیراپی، بھارتیہ ہندسہ اور اعشاری نظام وغیرہ دنیا کے مختلف ممالک تک پہنچ سکے ہیں۔

بھارت کے پڑوسی ممالک

جنوبی ایشیا میں بھارت کا اہم مقام ہے۔ بھارت میں 28 ریاستیں، دہلی مرکز میں راجدھانی کا علاقہ، اور 7 مرکزی ریاستیں ہیں۔

> • **دلچسپ بات**
>
> 2 جون 2014 میں تلنگانہ مادری زچہ ریاست آندھرپردیش سے الگ ہوکر نئی ریاست بنی ہے۔

بھارت کی زمینی سرحد شمال مغرب میں پاکستان اور افغانستان کے ساتھ اور شمالی مشرق میں چین، نیپال اور بھوتان ملک کے ساتھ اور مشرق میں میانمار اور بنگلہ دیش سے جڑی ہوئی ہے۔

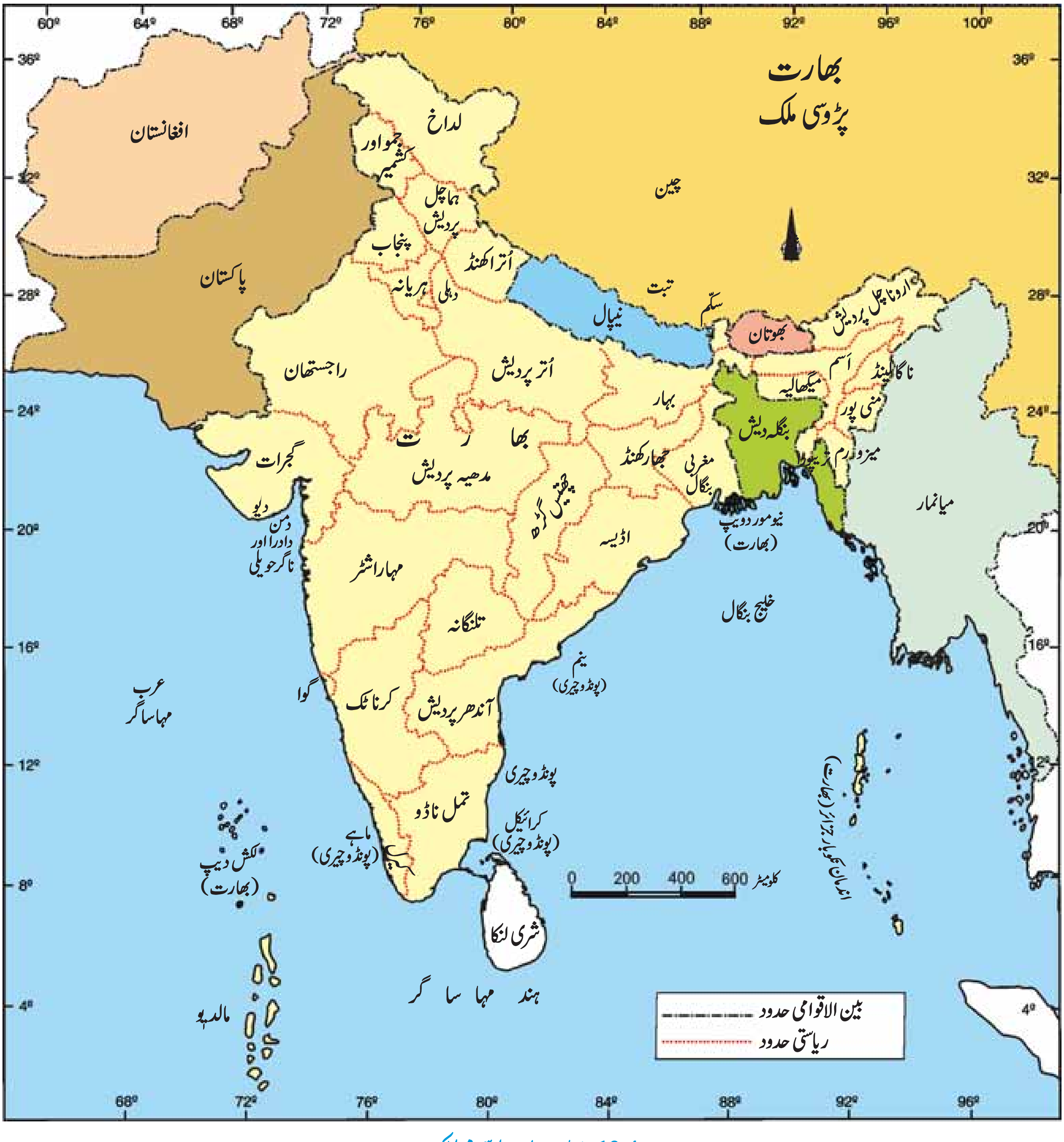

13.4 بھارت اور پڑوسی ممالک

بھارت کی جنوبی سمت میں سمندر کے کنارے ہمارے پڑوسی ملک شری لنکا اور مالدیو آئے ہوئے ہیں۔ بھارت اور شری لنکا، پالک (Palk) کے آبنا اور منّار خلیج کی وجہ سے الگ ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ بحرۂ عرب میں لکش دیپ جزائر آئے ہوئے ہیں۔ جب کہ خلیج بنگال میں اندمان نکوبار جزائر آئے ہوئے ہیں۔

- **دلچسپ بات....**

بھارت کا آخری جنوبی سرا ''اندرا پوئنٹ'' 2004 کی سال میں سُونامی میں غرقاب ہوگیا تھا۔ اس کے ساتھ اندمان نکوبار کے کئی جزیرے سمندر میں ڈوب گئے۔

زمین کی ساخت

بھارت میں زمین کی موجودہ شکلیں سطح زمین پر حرکت وعمل اور بیرونی طاقتوں اور عوامل کا نتیجہ ہیں۔ اِن دونوں عوامل سے تخریب وتعمیر کے اثرات نظر آتے ہیں۔

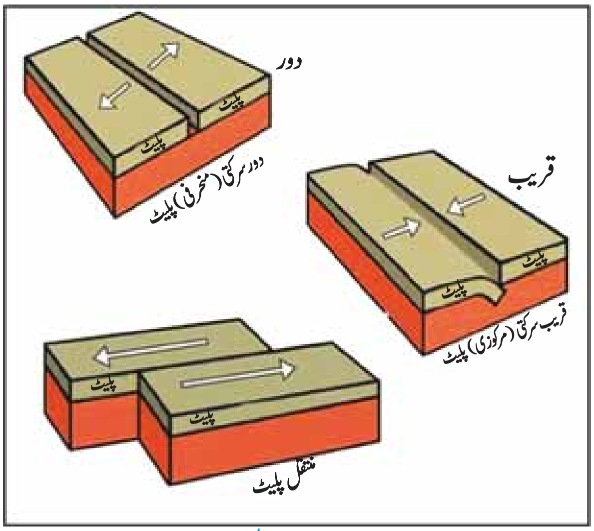

13.5 ارضی پلیٹیں

زمین کی ساخت کی معلومات بڑی دلچسپ ہے۔ زمین کی اوپری پرت اس کے نیچے آئی ہوئی جیوسفر کی نیم سیال چٹانوں پر تیر رہی ہے۔ زمین کے پاتال میں تاب کاری عناصر کی وجہ سے گرمی پیدا ہوتی ہے۔ جس سے لاوے میں بلبلے پیدا ہوتے ہیں اور یہ بلبلے زمین کی طرف جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اوپر کی طرف جانے والے بلبلوں کی وجہ سے زمین کی اوپری پرت تڑک جاتی ہے اور بڑے بڑے حصوں میں تقسیم ہوجاتی ہے جس کو ارضی پلیٹ (Lithosphirika Plate) کہتے ہیں۔ سطح زمین کے حرکت عمل کے نتیجے میں خاص سات پلیٹیں وجود میں آئی ہیں : (1) کاہل پلیٹ (2) شمالی امریکن پلیٹ (3) جنوبی امریکن پلیٹ (4) یوریشین پلیٹ (5) افریقن پلیٹ (6) انڈو آسٹریلین پلیٹ (7) انٹارکٹکا پلیٹ۔ کئی جگھوں پر یہ پلیٹیں ایک دوسرے سے الگ یا دوٗر ہورہی ہیں۔ جنھیں **'دور سرکتی پلیٹ'** کہتے ہیں۔ جب کہ کئی پلیٹیں ایک دوسرے کے قریب آرہی ہیں جسے **'قریب سرکتی پلیٹ'** کہتے ہیں۔ دوٗری یا نزدیکی کے اس عمل سے قشرِ ارض کی سطح پر ٹوٹ پھوٹ ہوتی ہے اور پرتیں پڑ جاتی ہیں۔ ان پلیٹوں کے حرکت وعمل کے باعث لاکھوں برسوں میں براعظموں کی شکلوں اور حالتوں میں تبدیلی ہوتی ہے۔ ایک دوسرے کی مخالف سمت سرکنے کے ایسے عمل کے نتیجے میں زلزلے اور آتش فشاں وجود میں آتے ہیں۔ سرکتی پلیٹیں جہاں ایک دوسرے سے ٹکراتی ہیں وہاں پہاڑ وجود میں آتے ہیں۔ جہاں پلیٹیں ایک دوسرے سے دوٗر سرکتی ہیں وہاں براعظم اور مہاساگروں میں دراریں وجود پاتی ہیں۔ ان پلیٹوں پر آئے ہوئے براعظم مسلسل سرکتے رہتے ہیں۔ اس قسم کی پلیٹوں کو **'منتقل پلیٹ'** کہتے ہیں۔

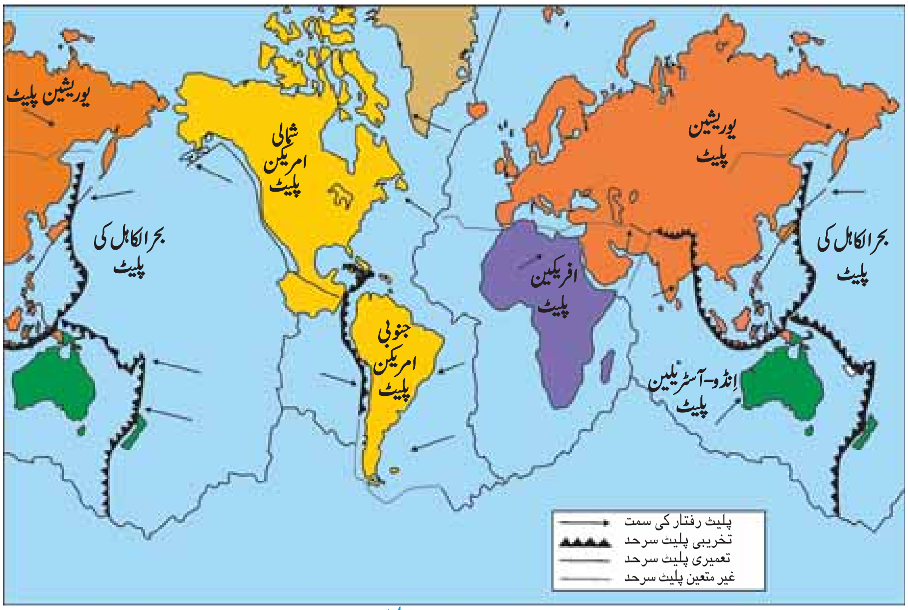

13.6 اہم ارضی پلیٹیں

آج سے کروڑوں برس پہلے بھارت گونڈوانالینڈ نامی قدیم وسیع براعظم کا حصہ تھا۔اسی براعظم میں موجودہ جنوبی امریکہ، افریقہ، آسٹریلیا کا شمار ہوتا تھا۔گردشِ زمانہ سے گونڈوانالینڈ سے الگ ہوکر انڈو آسٹریلین پلیٹ آہستہ آہستہ شمال کی طرف سرکنے لگی اور شمالی نصف کرۂ ارض کی بہت بڑی پلیٹ یوریشین پلیٹ سے تقریباً پانچ کروڑ برس پہلے ٹکرائی۔انڈو آسٹریلین پلیٹ اور یوریشین پلیٹ کے ٹکراؤ کی وجہ سے ٹیتھیس مہاساگر میں سے ہمالیہ کے پہاڑی سلسلے وجود میں آئے۔

ہمالیہ کی جنوب میں ایک وسیع کھائی وجود میں آئی۔ وقت گزرنے کے ساتھ شمال اور جنوب سے بہہ کر آنے والے دریاؤں کی رکاذات سے کھائی بھر گئی۔اس طرح ہمالیہ اور جزیرہ نما سطح مرتفع کے درمیان گنگا کا میدانی علاقہ وجود میں آیا۔ جزیرہ نما سطح مرتفع کے شمال مغربی حصے میں ایک زبردست آتش فشاں پھٹا۔اس کے علاوہ سطح مرتفع کا مغربی حصہ دھنس کر معدوم ہوگیا اور بحرِ عرب وجود میں آیا۔اس ارضی معدومیت کی وجہ سے مغربی گھاٹ زیادہ واضح دکھائی دینے لگا۔

اس طرح بھارت کا بری حصہ اپنی تنوعات کی وجہ سے کئی مخصوص خصوصیات کا حامل ہے۔شمال میں اونچے پہاڑی سلسلے واقع ہیں۔جس میں ارتقائی علاقے، اونچی چوٹیاں اور گھاٹ واقع ہیں۔شمالی حصّے کے میدانوں میں گنگا، جمنا اور برہمپترا دریا بہتے ہیں۔ان رکاذات سے یہ میدان بنے ہیں۔جنوب میں جزیرہ نما کا ارتقائی علاقہ قدیم ترین ہے۔جنوبی بھات کے سطح مرتفع کے دو کناروں کی شکل میں مشرق مغرب سرے پر ساحلی میدان ہیں۔ بھارت کی طبعی ساخت متنوع ہے۔

مشق

1. مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب لکھیے :

(1) بھارت کی جائے وقوع اہم ہے۔کیوں؟

(2) بھارت کی گوناگوں اشکال کی وجہ کیا ہے؟

(3) بھارت کی بین الاقوامی تجارت کیوں آسان ہوگئی ہے؟

(4) بھارت تہذیبوں کے سنگم کا مرکز ہے۔سمجھایئے۔

(5) ارضی پلیٹیں کتنی ہیں؟ کون کونسی؟ بیان کیجیے۔

2. مندرجہ ذیل الفاظ کی فہمائش کیجیے :

(1) معیاری وقت (2) خط سرطان

(3) جزیرہ نما (4) دور سرکتی پلیٹ

(5) نصف کرہ (6) نزدیک سرکتی پلیٹ

3. مندرجہ ذیل سوالات کے جواب لکھیے :

(1) بھارت کے جائے وقوع اور رقبہ کے متعلق معلومات دیجیے۔

(2) سوئز نہر کے کھل جانے پر بھارت کو کیا فائدہ ہوا ہے؟

(3) زمین کی ساخت سے متعلق مفصل معلومات دیجیے۔

4. مندرجہ ذیل سے صحیح متبادل پسند کر کے جواب لکھیے :

(1) بھارت کے معیاری وقت کا خط کس ریاست میں سے نہیں گزرتا ؟

(A) اتر پردیش (B) چھتیس گڑھ

(C) مدھیہ پردیش (D) تامل ناڈو

(2) بھارت کے شمال میں : چین، بھارت کے بائیں میں : ....

(A) بنگلہ دیش (B) پاکستان

(C) شری لنکا (D) نیپال

(3) مندرجہ ذیل ریاستوں کو جنوب سے شمال کی سمت ترتیب دیجیے۔

اترانچل، کیرل، مدھیہ پردیش، آندھر پردیش، دہلی

(A) اترانچل، دلی، مدھیہ پردیش، آندھر پردیش، کیرل

(B) کیرل، آندھر پردیش، مدھیہ پردیش، دلی، اترا کھنڈ

(C) آندھر پردیش، مدھیہ پردیش، اترانچل، دلی، کیرل

(D) کیرل، آندھر پردیش، دلی، مدھیہ پردیش، اترانچل

(4) مندرجہ ذیل میں کونسا ملک رقبہ کے اعتبار سے بھارت سے وسیع ہے؟

(A) کینیڈا (B) انگلینڈ

(C) پاکستان (D) تھائی لینڈ

(5) بھارت کے پڑوسی ملکوں کے مطابق کون سی جوڑی نامناسب ہے؟

(A) افغانستان - شمالی مغرب (B) نیپال - شمالی مشرق

(C) چین - شمال (D) بنگلہ دیش - مغرب

سرگرمیاں

- استاد کی مدد سے سمتوں کی معلومات حاصل کیجیے اور اپنے گھر اور اسکول کے کلاس میں کس سمت میں کیا واقع ہے؟ فہرست بنائیے۔
- آپ کہاں ہو؟ انٹرنیٹ کی مدد سے تلاش کیجیے۔
- اٹلاس کی مدد سے بھارت کے ہم سایہ ممالک اور ان کی راجدھانی کی فہرست بنائیے۔
- بھارت کی چاروں جانب واقع آخری مقامات کے نام حاصل کیجیے اور اپنی بیاض میں لکھیے۔

14 بھارت : جائے وقوع، زمین کی تشکیل اور طبعی ساخت - II

سطح زمین پر واقع غیر متعین اور عبوری شکل والے ناہموار حصّوں کو زمین کی طبعی ساخت کہتے ہیں جس میں پہاڑوں، سطح مرتفع اور میدانوں کا شمار ہوتا ہے۔

14.1 زمین کی شکلیں

گونا گوں ارضی اشکال کی وجہ سے بھارت کو مندرجہ ذیل قدرتی حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے : (1) شمال کا پہاڑی علاقہ (2) شمال کا وسیع (عظیم) میدانی علاقہ (3) جزیرہ نما سطح مرتفع (4) ساحلی میدان (دریا کنارے کے میدانی علاقے) (5) مجمع الجزائر۔

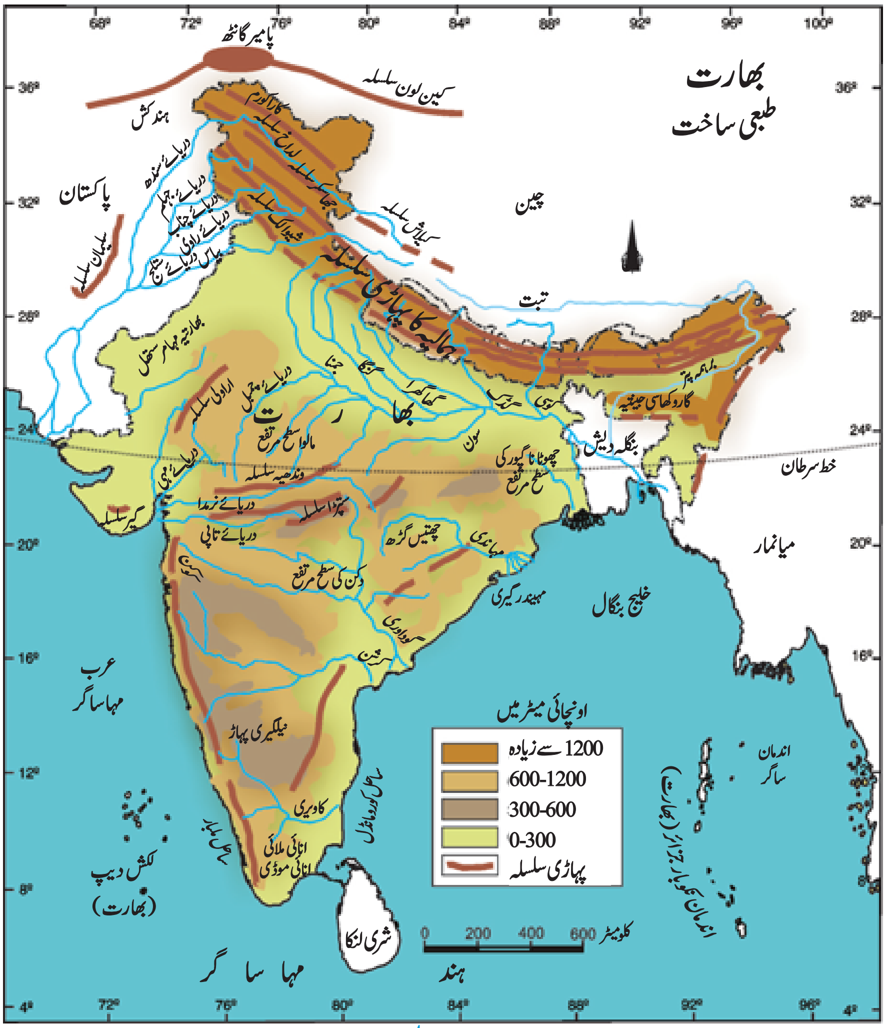

14.2 بھارت : طبعی ساخت

.1 شمال کا پہاڑی علاقہ

یہ بھارت کا اہم طبعی علاقہ ہے۔ جو شمال میں مشرق-مغرب سمت میں تقریباً 2400 کلومیٹر پھیلا ہوا ہمالیہ کا پہاڑی سلسلہ کہلاتا ہے۔ وہ ایک محدب قوس بناتا ہے۔ اس کی چوڑائی 240 کلومیٹر سے 320 کلومیٹر کے درمیان کم زیادہ ہوتی رہتی ہے۔ ہمالیہ کوئی واحد پہاڑ نہیں بلکہ پہاڑی سلسلوں کا احاطہ ہے۔ مغرب میں افغانستان سے مشرق کی جانب آگے بڑھنے پر وہ بھارت، نیپال، بھوتان ہوکر میانمار تک پہنچتا ہے۔ شمال میں تبت تک پھیلا ہوا ہے۔ وہ وسط ایشیا میں واقع پامر کی گانٹھ ہی کا ایک حصہ ہے۔

کل ہمالیہ کے پہاڑی سلسلوں کو مخصوص دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ (1) شمالی ہمالیہ کا پہاڑی علاقہ (2) مشرقی ہمالیہ

(1) شمالی ہمالیہ کا پہاڑی علاقہ : اس علاقہ میں ایک دوسرے کے متوازی ایسے تین پہاڑی سلسلے واقع ہیں۔ اس میں شمال کی جانب کا پہاڑ عظیم یا اکبر ہمالیہ کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ ہمالیہ کا یہ سب سے اونچا پہاڑی سلسلہ ہے جس میں 40 سے بھی زیادہ چوٹیاں ہیں۔ جن کی اونچائی 7000 میٹر سے بھی زیادہ ہے۔ اس میں سب سے مشہور چوٹی ماؤنٹ ایوریسٹ ہے جس کی اونچائی 8848 میٹر ہے۔ جو نیپال اور چین کی سرحد پر واقع ہے۔ اس کو تبت میں 'ساگر میتھیا' بھی کہتے ہیں۔ دیگر مشہور چوٹیوں میں ماؤنٹ کوڈوِن آسٹین یا K^2 کا شمار ہوتا ہے۔ جو بھارت کی سب سے بلند چوٹی ہے۔ ہمالیہ کے تین واضح پہاڑی سلسلے ہیں جو ایک دوسرے کے قریب ہی پھیلے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ اکبری ہمالیہ میں جیلا پلا، ناتھولا، شِپکی لا وغیرہ اونچی پہاڑی گھاٹیاں آئی ہوئی ہیں۔ مقدس مذہبی یاترا کا مقام شمار کیا جانے والا مان سرووَر (چین) بھی اسی سلسلے میں واقع ہے۔

دلچسپ بات...

ماؤنٹ ایوریسٹ	8848 میٹر
K^2 ماؤنٹ گوڈوِن آسٹین	8611 میٹر
کانچن جنگھا	8598 میٹر
مکالو	8481 میٹر
دھوَل گیری	8198 میٹر
اَن پورنا	8070 میٹر

عظیم پہاڑی سلسلے کی جنوب میں واقع دوسرا پہاڑی سلسلہ بھی بیشتر علاقوں میں پھیلا ہوا ہے۔ جس کو وسطی یا چھوٹا ہمالیہ (ہماچل کا سلسلہ) کا پہاڑی سلسلہ کہتے ہیں۔ تقریباً 80 سے 100 کلومیٹر کی چوڑائی رکھنے والے پیر پنچال، مہابھارت، ناگ ٹیبا وغیرہ پہاڑی سلسلے واقع ہیں۔ وسطی قد رکھنے والے ان پہاڑی سلسلوں مین دار الصحت (Sanitorium) آباد ہوئے ہیں، جن میں ڈیل ہاؤزی، دھرم شالا، شملہ، مسوری، رانی کھیت، الموڑا، نینی تال، دارجلنگ اہم ہیں۔ گنگوتری، جمنوتری، بدری ناتھ، کیدار ناتھ، ہیم کُنڈ صاحب وغیرہ مشہور مقدس مقامات واقع ہیں۔ کُولّو (Kullu) کانگڑا اور کشمیر کی وادیاں اپنی بے نظیر خوبصورتی کے لیے مشہور ہیں۔

تیسرا پہاڑی سلسلہ جنوب میں واقع ہے۔ شیوالِک (بیرونی ہمالیہ) سے موسوم ہونے والے اس پہاڑی سلسلے کا زیادہ تر علاقہ بھارت میں ہے۔ جس کی چوڑائی 10 سے 15 کلومیٹر ہے۔ تقریباً 1000 میٹر کی بلندی والے اس پہاڑی سلسلے میں کئی مقامات پر ہموار وادیاں ہیں۔ جو کنکر پتھر اور سیلابی مٹی سے ڈھکی ہوئی ہے۔ مقامی زبان میں جسے دؤن (DOON) کہا جاتا ہے۔ مثلاً دہرا دون، پاٹلی دون، کوتھری دون وغیرہ۔

(2) مشرقی ہمالیہ : ہمالیہ کے مشرقی حصے والے پہاڑی سلسلے کم بلند ہیں۔ اس میں سے کچھ پہاڑی سلسلے ٹیکریوں کے طور پر مشہور ہیں۔ مشرقی ہمالیہ میں یہ ٹیکریاں (Hills) چھوٹے چھوٹے سلسلوں کی صورت میں پھیلی ہوئی ہیں۔ جس میں پتکائی ارونا چل میں، ناگا ٹیکریاں ناگالینڈ میں اور لوسائی (میزو) ٹیکریاں میزورم میں واقع ہے۔ یہ بھارت کی مشرقی سرحد پر واقع ہے اور اس کا تعلق میانمار میں واقع اراکان یوما پہاڑی سلسلے سے ہے۔ گارو، کھاسی اور جینتیا ٹیکریاں میگھالیہ میں واقع ہے۔ پہاڑی علاقوں میں بارش مقدار بہت زیادہ ہے جس سے یہاں گھنے جنگلات ہیں۔ یہ جنگلاتی علاقہ ہونے کی وجہ سے یہاں ریل راستوں اور سڑک کے راستوں کی ترقی بہت کم ہو پائی ہے۔

.2 شمال بھارت کا وسیع میدانی علاقہ

شمال کا وسیع میدانی علاقہ شمال کے پہاڑی علاقے اور جنوب کی سطح مرتفع کے درمیان واقع ہے۔ اس میدان کی تشکیل ہمالیہ سے نکلنے والے دریائے ستلج، گنگا اور برہمپتر اور ان کی شاخوں کی سیلابی مٹی سے ہوئی ہے۔ اس میدان کے کچھ حصوں میں سیلابی مٹی کی 50 میٹر موٹی تہیں ہیں۔ یہ میدان شمالی بھارت کے زیادہ تر حصوں میں پھیلے ہوئے ہونے کی وجہ سے یہ شمالی بھارت کا وسیع میدانی علاقہ کہا جاتا ہے۔

یہ میدانی علاقہ تقریباً 2400 کلومیٹر لمبا ہے۔ دریاؤں کے ذریعے تشکیل پائے ہوئے دنیا کے سب سے بڑے دریائی میدانوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ مشرقی حصے کے مقابلے میں مغربی حصہ زیادہ تنگ ہے۔ یہ میدان تقریباً ہموار ہے۔ اس کے کسی بھی حصّے کی اونچائی سطح سمندر سے 180 میٹر سے زیادہ نہیں ہے۔ دلی کے پاس یہ میدان تنگ ہے۔ دلی کی مغرب میں ستلج کا اور مشرق میں گنگا کا میدان واقع ہے، اسی لیے دلی کو گنگا کے میدان کا داخلی دروازہ کہتے ہیں۔ یہ میدان بھارت کا سب سے زیادہ خوشحال علاقہ ہے۔ دلی، آگرہ، کانپور، لکھنؤ، الہ آباد، پٹنا، کولکاتا، جیسے اہم شہر اس علاقے میں آباد ہیں۔

دریائے سندھ اور اس کے شاخ دریا جہلم، چناب، راوی، بیاس اور ستلج ہمالیہ کے علاقے سے نکلتے ہیں۔ دریائے سندھ مغرب سے بہتے ہوئے تیزی سے مُڑ کر جنوب میں بہتے ہوئے بحرِ عرب سے جا ملتا ہے۔ مقامی طور پر دو دریاؤں کے درمیان واقع زمین کو دوآب (دو یعنی دو اور آب یعنی پانی) کہتے ہیں۔ اسی طرح پانچ دریاؤں سے بنے ہوئے میدان کو پنجاب (پنج + آب) کہتے ہیں۔ اس میدان کا بڑا حصہ پاکستان میں ہے۔

سطح زمین کے اعتبار سے میدانی علاقے کو چار حصّوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ (1) بھابر (2) ترائی (3) بانگر (4) کھدر۔ دریائے سندھ سے دریائے تستا تک شیوالک کے دامن میں کنکر پتھر سے بنی ہوئی ایک پتلی پٹی دریا سے متوازی ہے۔ یہ پٹی تقریباً 8 سے 16 کلومیٹر چوڑی ہے جسے بھابر کہتے ہیں۔ بھابر کے بعد ترائی کا علاقہ آتا ہے جو زیادہ نم اور دلدلی ہیں۔ یہاں گھنے جنگلات اور جنگلاتی حیاتیات دکھائی دیتے ہیں۔ میدانوں کی پرانی کالی چکنی مٹی کو بانگر کہتے ہیں۔ مسلسل کالی مٹی کے جماؤ سے ایک زینہ سا بن جاتا ہے۔ یہ سیلابی میدان سے زیادہ اونچا ہوتا ہے۔ سیلابی میدانوں میں آنے والی کالی مٹی کو کھدر کہتے ہیں۔

3. جزیرہ نما سطح مرتفع

یہ بھارت کا سب سے قدیم علاقہ ہے۔ یہ علاقہ الٹے مثلث کی شکل میں پھیلا ہوا ہے۔ تقریباً اس کی اونچائی 600 سے 900 میٹر تک ہے۔ اس علاقے کا شمالی حصہ شمال مشرق کی طرف ڈھلا ہوا ہے جو چنبل، شون اور دامودر دریا کے پھیلاؤ سے صاف دکھائی دیتا ہے۔ جنوبی حصے کی ڈھلوان جنوب مشرق کی طرف ہے۔ اس علاقے کا زیادہ تر حصہ جنوب میں واقع ہونے کی وجہ سے اُسے جنوب کا سطحِ مرتفع کہا جاتا ہے۔ اس سطحِ مرتفع کے تین جانب سمندر ہونے کی وجہ سے اسے جزیرہ نما سطح مرتفع کہا جاتا ہے۔

جزیرہ نما سطح مرتفع دو حصوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ (1) مالوہ کی سطح مرتفع (2) دکن کی سطحِ مرتفع۔

(1) مالوہ کی سطحِ مرتفع : مالوہ کی سطح مرتفع کے شمال-مغربی حصے میں ارولی کا پہاڑی سلسلہ واقع ہے۔ ارولی دنیا کا قدیم ترین پہاڑی سلسلہ ہے، جو پرت دار قسم کا پہاڑ ہے۔ ماؤنٹ آبو اسی پہاڑی سلسلے میں واقع سینے ٹوریم (دار الصحت) ہے۔ جو خوبصورت اور خوشنما ہے۔ گرو شیکھر اس کی سب سے بلند چوٹی ہے۔ جس کی اونچائی 1722 میٹر ہے۔ اس علاقے کے جنوب میں بندھیاچل سے نکلنے والے دریا، چنبل اور بیتوا شمال میں بہہ کر جمنا سے ملتے ہیں۔ جب کہ دریائے شون شمال کی جانب بہہ کر گنگا کے بہاؤ میں مل جاتا ہے۔ ان دریاؤں کے بہاؤ کی سمت سے معلوم ہوتا ہے کہ سطحِ مرتفع کی ڈھلوان شمال کی جانب ہے۔ درمیانی سطح مرتفع کے اس شمالی مشرقی حصے کو بندیل کھنڈ کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ لونی اور بیاس دریا شمالی مشرقی حصے میں واقع ارولی کے پہاڑی سلسلے سے نکلتے ہیں۔ یہ دریا کچھ کے میدان میں غائب ہوجاتے ہیں۔ جب کہ سابرمتی اور مہی دریا خلیج کھمبایت کو ملتے ہیں۔ ان دریاؤں کے بہاؤ سے معلوم ہوتا ہے کہ مغربی مالوہ کے سطح مرتفع کی ڈھلوان جنوب مغربی ہے۔ راج محل کی ٹیکریاں اور سیلونگ کی سطح مرتفع، چھوٹے ناگپور کی سطح مرتفع کا ایک حصہ ہے۔ چھوٹے ناگپور کی سطح مرتفع میں رانچی کی سطح مرتفع کا بھی شمار ہوتا ہے۔

(2) دکن کی سطحِ مرتفع : مالوہ کی سطح مرتفع کے جنوب میں ست پُڑا مہادیو اور مَیکل کی ٹیکریاں اور جنوب میں دکّن کی سطح مرتفع واقع ہے۔ سطح مرتفع کے شمالی مغربی حصے لاوا رس سے بنے ہوئے ہیں۔ مغرب میں اُسے مغربی گھاٹ کہتے ہیں جو بحرِ عرب کے کنارے شمال جنوب سمت میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اس کے کئی مقامی نام ہیں۔ مہاراشٹر اور کرناٹک میں اُسے سہادری کہتے ہیں۔ تاملناڈو میں اُسے نیل گیری کے نام سے پہچانتے ہیں اور کیرل-تاملناڈو میں اُسے انا ملائی اور کارڈمم کی ٹیکریوں کے نام سے پہچانتے ہیں۔ مغربی گھاٹ کا جنوبی حصہ نسبتاً زیادہ اونچا ہے۔

عام طور پر دکن کی سطح مرتفع کی اونچائی 900 میٹر سے 1100 میٹر ہے۔ حالانکہ کئی جگہوں پر وہ یکا یک اونچی ہوجاتی ہے۔ کم اونچائی والی ٹوٹک ٹیکریاں جن کی اونچائی کہیں 900 میٹر سے زیادہ ہے۔ وہ ٹوٹک سلسلے کی شکل میں اس علاقے کی مشرقی سرحد بن جاتی ہے۔ اُسے مشرقی گھاٹ کہتے ہیں۔ اس علاقے کی ڈھلوان مشرق اور جنوبی مشرق کی جانب ہے، جو دریا کے بہاؤ سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔ مغرب کی جانب سے بہنے والے نربدا اور تاپی کے علاوہ دکن کی سطح مرتفع کے زیادہ تر دریا مشرق کی طرف بہہ کر خلیج بنگال میں جا ملتے ہیں۔

4. ساحلی کنارے کے میدان

جزیرہ نما سطح مرتفع کچھ سے اڑیسہ تک تنگ پٹی کے میدان سے گھرا ہوا ہے۔ اسے مغرب اور مشرق کے ساحلی میدانوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ مغرب کا ساحلی میدان گجرات سے کیرل تک پھیلا ہوا ہے۔ گجرات کے علاوہ زیادہ تر تنگ میدان ہیں جو بے ترتیب و ناہموار ہے۔ گوا سے جنوب تک اُسے **ساحل ملبار** کہتے ہیں۔

مغربی گھاٹ کے دریا اپنے دہانے کے علاقے میں خلیجیں بناتے ہیں۔ زیادہ تر خلیجیں دریا کے پانی میں ڈوبی ہوئی وادیاں ہیں۔ جو دریاؤں کے پاتال کے ابھرنے سے وجود میں آئی ہیں، جو ماہی گیری کی ترقی کا باعث ہے۔ مغربی کنارے پر کئی قدرتی بندرگاہیں واقع ہیں۔ جس میں ممبئی اور مارم گوا کا شمار ہوتا ہے۔ جنوب میں کیرل کے ساحل پر آب شور (Back Waters) نظر آتے ہیں جسے مقامی زبان میں کائل کہتے ہیں۔

مشرق کا ساحلی میدان مغربی ساحل میدان سے نسبتاً زیادہ چوڑا ہے۔ یہاں کاویری، کرشنا، گوداوری اور دریائے مہا جیسے دریاؤں کے مثلث نما علاقوں میں سیلابی مٹی زیادہ ہے۔ شمال میں شمالی سرکار ساحل اور جنوب میں آندھرپردیش اور تاملناڈو کا ساحلی علاقہ کورومنڈل ساحل کے نام سے مشہور ہے۔

5. مجمع الجزائر

بھارت میں کئی مجمع الجزائر واقع ہیں۔ اندمان نکوبار اور لکش دیپ خاص مجمع الجزائر ہیں۔ لکش دیپ میں کئی چھوٹے جزیرے آئے ہوئے ہیں۔ بحرعرب میں کیرل کے ساحل سے دور یہ جزیرے واقع ہیں۔ جس کی شکل گھوڑے کی نال جیسی ہے۔ اس قسم کے جزائر کو ''اِٹول'' کہتے ہیں۔

دیگر مجمع الجزائر میں اندمان نکوبار کا شمار ہوتا ہے جو خلیج بنگال میں واقع ہے۔ یہاں جزیروں کی تعداد زیادہ ہے، جو بھارت کے ساحلی کنارے سے دور واقع ہیں اور وہاں پہاڑی سلسلے ہیں۔ اُن میں سے کئی جزیرے آتش فشاں کے عمل سے بنے ہیں۔ یہ جزیرے 350 کلومیٹر کے علاقے میں پھیلے ہوئے ہیں اور یہ حفاظتی نکتہ نظر سے بہت اہم ہیں۔

> **دلچسپ بات...**
> اندمان نکوبار مجمع الجزائر میں واقع ''میرن'' بھارت کا واحد سرگرم آتش فشاں ہے۔ جب کہ اُس کے قریب ہی خاموش آتش فشاں ''نارکونڈم'' واقع ہے۔

اس طرح بھارت کی طبعی ساخت میں تنوع نظر آتا ہے۔ ہر حصے کی اپنی ایک الگ ہی خصوصیات ہے۔ پھر بھی تمام علاقے ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ ملک کی ترقی میں سبھی کا حصہ اہم ہے اور جنگلاتی وسائل کے لیے کارآمد ہے۔ شمال کے زرخیز میدان کو اناج کا گودام کہا جاتا ہے۔ جنوبی بھارت کی سطح مرتفع مختلف معدنی وسائل سے خوشحال ہے۔ جس کی وجہ سے ملک کی صنعتی ترقی کو فروغ حاصل ہے۔ شمال کے پہاڑی علاقے زیادہ آبی ذخیرہ والے دریاؤں کے مخرج کے طور پر اور جنگلاتی وسائل کے لیے مشہور ہے۔

چٹانیں

ایک یا ایک سے زیادہ معدنیات سے بنے ہوئے مشترک مادے کو چٹان کہتے ہیں۔ چٹانیں ٹھوس بھی ہوسکتی ہے اور نرم بھی ہوسکتی ہیں۔ مسام دار اور غیر مسام دار، وزن دار اور ہلکی بھی ہوسکتی ہیں۔ مختلف عمل کے ذریعے الگ الگ قسم کی چٹانیں تعمیر ہوتی ہیں۔ تعمیری عمل کے مطابق چٹانوں کی تین قسمیں ہیں :

(1) آتشی چٹانیں (2) تہہ دار چٹانیں (3) تغیر شدہ چٹانیں۔

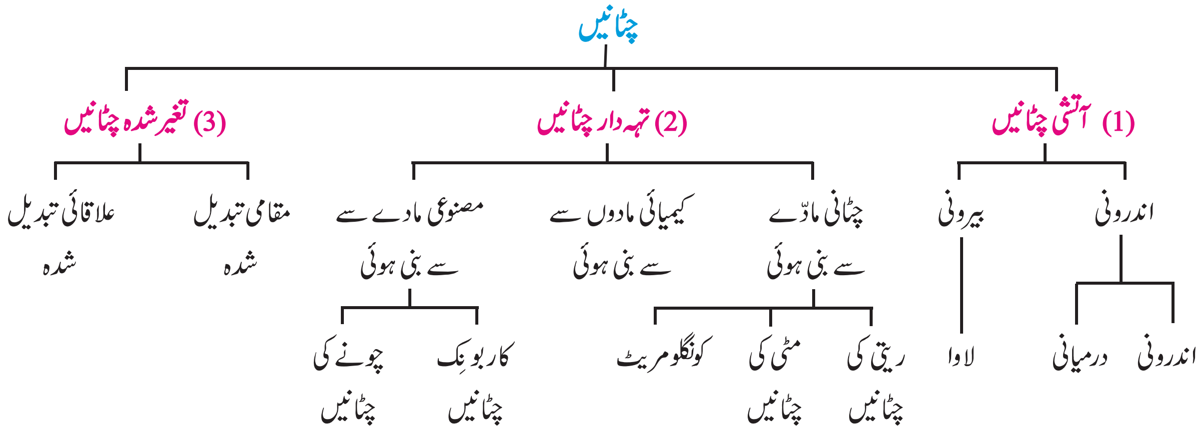

(1) آتشی چٹانیں: ان چٹانوں کی تشکیل میں کرۂ ارض کا نرم لاوا ذمہ دار ہے۔ زیرِ زمین گرم لاوے کی وجہ سے زمین کی سطح ہمیشہ گرم رہتی ہے۔ اسی وجہ سے یہاں مادے نیم سیال حالت میں ہوتے ہیں۔ اِن مادوں کو ''میگما'' کہتے ہیں۔ ایک عرصے کے بعد یہ میگما ٹھنڈا ہوجاتا ہے اور اس سے چٹانیں تشکیل پاتی ہیں۔ یہ چٹانیں گرمی کی اثر سے بنتی ہیں، جس کی وجہ سے انھیں آتشی یا آتش سے بنی ہوئی چٹانیں کہا جاتا ہے۔ زمین کی طبعی ساخت میں ایسی چٹانیں سب سے پہلے تشکیل پاتی ہیں جس سے انھیں ابتدائی یا بنیادی چٹانیں کہتے ہیں۔

بھارت میں راجستھان، مدھیہ پردیش اور جنوبی جزیرہ نما کے علاقوں میں کئی جگہوں پر ایسی چٹانیں وجود میں آئی ہیں۔ آتشی چٹانیں سب سے زیادہ ٹھوس ہوتی ہیں۔ گرینائٹ اندرونی قسم کی چٹانوں کی عمدہ مثال ہے۔ بے سالٹ بھی اسی قسم کی ہیں۔

(2) تہہ دار چٹانیں: پانی اور دیگر عوامل کی مشترکہ اثرات سے آتشی چٹانیں ٹوٹتی ہیں، ٹوٹی ہوئی چٹانوں کے مادے پانی میں جمع ہوتے ہیں اور اس سے تہیں تشکیل پاتی ہیں۔ اس طرح چٹانوں کے مادے اور چٹانوں کے چورے الگ الگ تہوں میں جمع ہوتے ہیں۔ ابتدا میں تشکیل پانے والی تہہ پر بعد میں تشکیل پانے والی تہوں کا وزن پڑنے پر وہ دبتی ہیں اور ایک مدت کے بعد اس میں تہہ دار چٹانیں وجود میں آتی ہیں، اس لیے ان چٹانوں کو تہہ دار چٹانیں کہا جاتا ہے۔ چروڑی (چپسم) چونے کی چٹانیں اور کوئلہ تہہ دار چٹانوں کی مثال ہے۔ بہار اور جھارکھنڈ وغیرہ ریاستوں سے کوئلہ اور چروڑی حاصل ہوتے ہیں۔

(3) تغیر شدہ چٹانیں: مخصوص حالات میں اصل چٹانوں کی شکلیں، بناوٹ اور صفات میں تبدیلی پیدا ہوجاتی ہے۔ درحقیقت اونچا درجۂ حرارت اور چٹانوں کی تہوں کا مزید دباؤ کی شکل میں ان دو عوامل کے مشترک عمل سے آتشی اور تہہ دار چٹانیں نیا روپ اختیار کرتی ہیں۔ اس طرح نئی تشکیل پانے والی چٹانوں کو تغیر شدہ چٹانیں کہتے ہیں۔ راجستھان سے دستیاب سنگِ مرمر (ماربل) اور کوارٹ زائٹ اس کی عمدہ مثالیں ہیں۔

معدنیات

قدرتی طور ہر نامیاتی اور غیر نامیاتی طریقے پر تشکیل شدہ معینہ کیمیاوی مادے کو معدن کہتے ہیں۔ معدنیات کرۂ ارض کے ٹھوس غلاف کی سطح یا اندر سے ٹھوس، سیال یا گیس کی شکل میں حاصل ہوتا ہے۔ معدنیات سطحِ زمین اور اس کی تشکیل پر منحصر ہے۔ لوہا، تانبہ، جست، سونا، چاندی وغیرہ معدنیات آتشی چٹانوں سے دستیاب ہوتے ہیں۔ کوئلہ، معدنی تیل، قدرتی گیس وغیرہ تہہ دار چٹانوں سے حاصل ہوتے ہیں۔ جب کہ سلیٹ، سنگ مرمر، ہیرا وغیرہ تغیر شدہ چٹانوں سے دستیاب ہوتے ہیں۔

معدنیات کی درجہ بندی: ہم روز مرّہ زندگی میں تقریباً 200 معدنیات کا استعمال بالواسطہ یا براہ راست کرتے ہیں۔ معدنیات کی قبول عام درجہ بندی ممکن نہیں۔ اُن کی عام درجہ بندی مندرجہ ذیل کی جاسکتی ہے:

(1) **دھات والی معدنیات:**

(الف) قیمتی دھات والی معدنیات: سونا، چاندی، پلیٹنیم وغیرہ۔

(ب) ہلکی دھات والی معدنیات: میگنیشیم، باکسائٹ، ٹِٹانیم

(ج) عام استعمال میں لی جانے والی معدنیات: لوہا، تانبہ، جست، قلعی، نکل وغیرہ

(د) ملی جلی دھات کی شکل میں استعمال ہونے والی معدنیات: کرومیم، میگنیز، ٹنگسٹن، وِنیڈیم وغیرہ۔

(2) **غیر دھات والی معدنیات:** (دھات نہ ہو ایسی معدنیات): چونے کی چٹانیں، چاک، ایسبسٹوس، ابرق، فلوسپار، جپسم، سلفر، ہیرا وغیرہ۔

(3) **حرکی توانائی میں استعمال میں آنے والی معدنیات:** کوئلہ، معدنی تیل، قدرتی گیس، یورینیم، تھوریم وغیرہ۔

اہم معدنیات اور اس کی علاقائی تقسیم

نمبر	معدن	ریاستیں
1	لوہا	جھارکھنڈ، چھتیس گڑھ، آندھرپردیش، گوا، اُڑیسہ، تمل ناڈو، مہاراشٹر، راجستھان، بہار، مدھیہ پردیش
2	مینگنیز	کرناٹک، اُڑیسہ، مدھیہ پردیش، مہاراشٹر، گوا، گجرات، کرناٹک، آندھرپردیش، اُترپردیش، سکم، میگھالیہ، مہاراشٹر، مغربی بنگال
3	تانبہ	گجرات، کرناٹک، آندھرپردیش، اُترپردیش، سکیم، میگھالیہ، مہاراشٹر، مغربی بنگال
4	باکسائٹ	اُڑیسہ، آندھرپردیش، چھتیس گڑھ، مہاراشٹر، جھارکھنڈ، گجرات
5	سیسہ	راجستھان، آندھرپردیش، تمل ناڈو، راجستھان، مغربی بنگال، مدھیہ پردیش، اڑیسہ، مہاراشٹر، میگھالیہ، سکّم، گجرات
6	ابرق	آندھرپردیش، راجستھان، بہار، جھارکھنڈ
7	چونے کی چٹان	مدھیہ پردیش، چھتیس گڑھ، آندھرپردیش، راجستھان، گجرات، کرناٹک، ہماچل پردیش

زمین اور اس کا اقسام

دوستو، آپ جانتے ہیں کہ زمین کھیتی کے لیے بنیادی وسیلہ ہے۔ زراعتی سرگرمیوں کے علاوہ بھی زمین کی بڑی اہمیت ہے۔

زمین کرۂ ارض کی سطح پر حیاتیاتی اور غیر حیاتیاتی عناصر کی ایک پتلی پرت ہے۔ جس طرح سیب کا اس کی چھال سے تعلق ہے ویسا ہی تعلق کرۂ ارض کی سطح کا زمین سے ہے۔ کرۂ ارض کی سطح کے اوپر پتلی پرت کو زمین کہتے ہیں۔

زمین کی تشکیل: یہ زمین چٹانوں کے گھساؤ کا نتیجہ ہے۔ چٹانوں کی اوپر کی کھلی سطح کی گرمی، بارش، برف، ہوا نباتات اور کیڑے مکوڑوں وغیرہ وعامل سے عریاں کاری کی وجہ سے چٹانوں کا چورا ہوجاتا ہے اور زمینی غلاف بنتا ہے۔ اس زمینی غلاف میں چٹانوں کے چھوٹے بڑے ٹکڑے، کنکر، مٹی کے ذرات وغیرہ ہوتے ہیں، جو 'ریگولیتھ' کہلاتے ہیں۔ جس میں صرف معدنی ذرات ہوتے ہیں۔ پھر اس میں حیاتیاتی اجزاء، ہوا اور پانی ملتے ہیں۔ آخرکار اس میں سے زمین بنتی ہے۔ زمین کی تشکیل میں کافی عرصہ لگتا ہے۔

بھارت میں زمین کی قسمیں: بھارت کی زمینوں کو مندرجۂ ذیل چھ قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے:

(1) کانپ کی زمین (2) کالی زمین یا ریگوز زمین (3) لال زمین (4) کم زرخیز زمین یا لیٹیر یٹ (Laterite) (5) پہاڑی زمین اور (6) ریگستانی قسم کی زمین

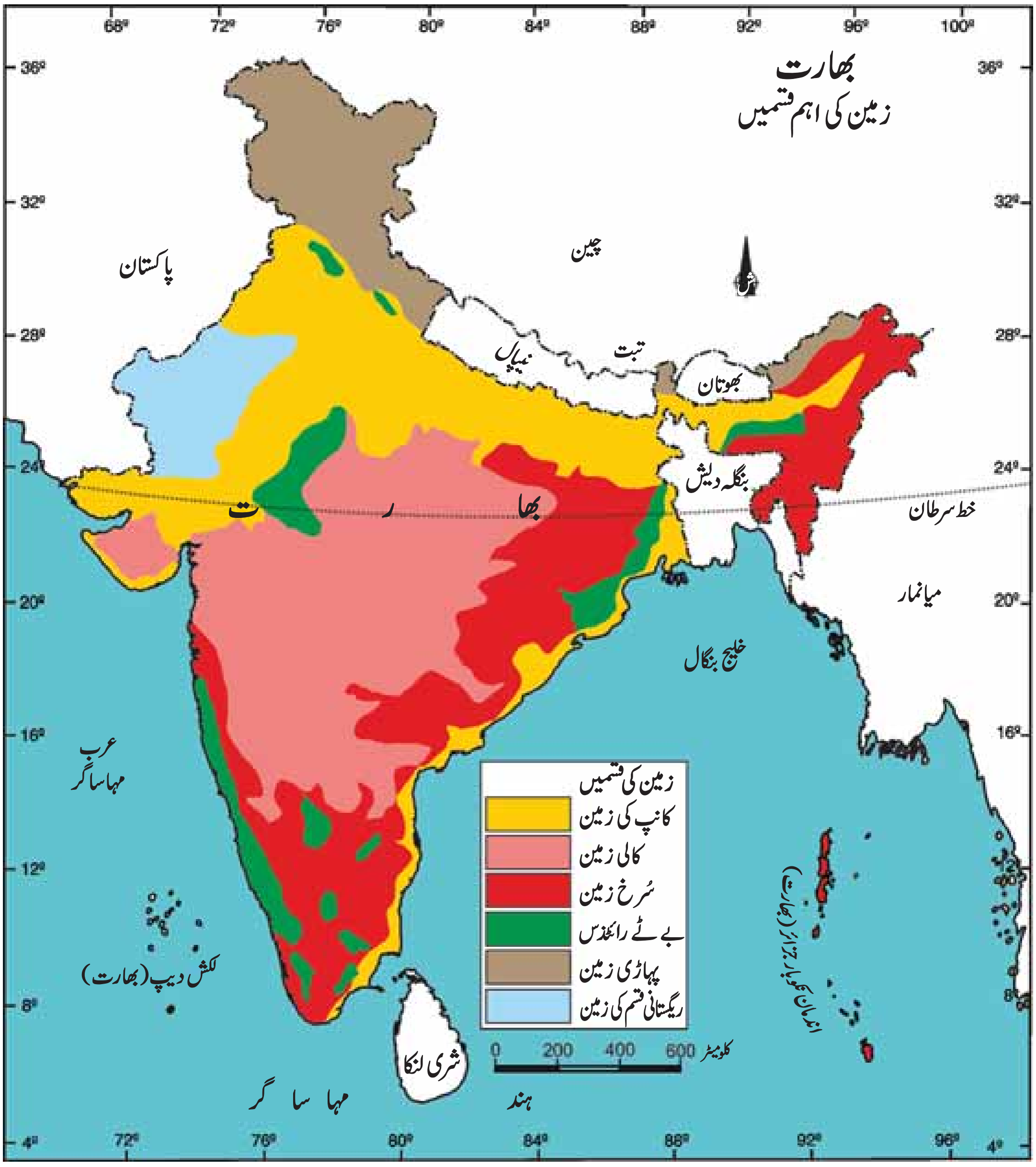

14.3 بھارت: زمین کی قسمیں

(1) **کانپ کی زمین:** کانپ کی زمین دوقسم کی ہیں : (1) کھادر (2) بانگر۔ دریاؤں کے سیلاب سے تیار ہونے والی یہ نئی کانپ کی زمین کھادر کہلاتی ہے۔ سیلاب کے میدانوں سے بنی یہ زمین خاص طور پر دریاؤں کے قریب کے علاقوں میں نظر آتی ہے۔ یہ قدرے ریتیلی ہوتی ہیں، جب کہ دریاؤں کے اوپری علاقوں میں تقریباً پرانے کانپ کی زمین بانگر کہلاتی ہے۔ جب کہ بانگر زمین چکنی اور گہرے رنگ کی ہوتی ہے۔ کانپ کی زمین ملک کے زیادہ تر علاقوں میں پائی جاتی ہے۔ کانپ کی زمین کی زرخیزی الگ الگ مقامات پر جُدا جُدا نظر آتی ہے۔ عام طور پر یہ زمین خوب زرخیز ہوتی ہے۔ پنجاب، اتر پردیش، بہار، مغربی بنگال وغیرہ ریاستوں میں اس قسم کی زمین واقع ہیں۔

(2) **کالی زمین:** ایسی زمین خاص طور پر مہاراشٹر، مغربی مدھیہ پردیش، گجرات، کرناٹک، آندھرپردیش، تلنگانہ اور تمل ناڈو میں نظر آتی ہے۔ کالی زمین جزیرہ نما سطح مرتفع کا عطیہ ہے۔ کالی زمین کسدار اور چکنی ہوتی ہے۔ وہ طویل عرصے تک نمی کو جذب کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ یہ زمین تغیر شدہ چٹانوں کے ذریعے بنی ہے اور کپاس کی پیداوار کے لیے بہت معقول ہے۔ اسی وجہ سے یہ کپاس کی کالی زمین کے نام سے معروف ہے۔ یہ زمین 'ریگور' کے نام سے بھی جانی جاتی ہے۔

(3) **لال زمین:** لال زمین خاص طور پر آتشی اور تغیر شدہ چٹانوں والے علاقوں میں ہوتی ہے۔ لوہے کے مادوں اور دیگر نامیاتی عناصر کی وجہ سے زمین کا رنگ سُرخ نظر آتا ہے۔ یہ زمین قدرے چھید والی اور زرخیز ہے۔ گوا، تامل ناڈو، کرناٹک، آندھرپردیش، اڑیسہ اور جھارکھنڈ کے کئی علاقوں میں لال زمین نظر آتی ہے۔

(4) **کم زرخیز یا لے ٹے رائٹ زمین:** زیادہ بارش کی وجہ سے شدید عریاں کاری کے سبب کم زرخیز زمین وجود پاتی ہے۔ شدید بارش کی وجہ سے زمین کی اوپری سطح سے مقوی اجزاء دھول کر نیچے کی پرتوں میں چلے جاتے ہیں۔ حیاتیاتی اجزاء کی مقدار کم ہونے کی وجہ سے یہ زمین کم زرخیز بنتی ہے۔ یہاں لال ریت کے پتھروں میں لوہا اور ایلیومینیم کے اجزاء ہوتے ہیں۔ ان پتھروں کی عریاں کاری سے یہاں کی زمین لال رنگ کی نظر آتی ہے۔ ایسی زمین دکن کے علاقوں، کرناٹک، کیرل، اڑیسہ اور مشرقی شمال کے کچھ حصوں میں پائی جاتی ہے۔

(5) **پہاڑی زمین:** جنگلات کی وجہ سے ان زمینوں میں حیاتیاتی اجزاء کی مقدار زیادہ ہوتی ہے۔ حالانکہ الگ الگ مقامات پر وہ مختلف بھی ہے۔ شیوالک پہاڑی سلسلے میں یہ زمینیں کم کس والی اور غیر پختہ نظر آتی ہیں۔ یہ ریتیلی چھید والی اور حیاتیاتی اجزاء کی کمی والی نظر آتی ہے۔ ایسی زمین ملک کے پہاڑی علاقوں میں نظر آتی ہے۔ میگھالیہ، اروناچل پردیش، مشرقی پہاڑی سلسلے اترانچل، ہماچل پردیش ریاستوں میں نیز جموں اور کشمیر، لداخ مرکزی علاقوں میں ایسی زمین نظر آتی ہیں۔

(6) **ریگستانی قسم کی زمین:** ایسی زمین خشک اور نیم خشک علاقوں میں مخصوص طور پر گجرات، راجستھان، پنجاب اور ہریانہ کے وسیع خشک علاقوں میں نظر آتی ہے۔ کچھ علاقوں میں نمک کے ذرات کی زیادگی اور حیاتیاتی مادوں کی کمی نظر آتی ہے۔ آب پاسی کی سہولت کی وجہ سے ان زمینوں میں کھیتی ممکن ہوئی ہے۔

مشق

1. مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب دیجیے:

(1) ہمالیہ کے پہاڑی سلسلے میں کون کونسے گھاٹ واقع ہیں؟

(2) ریگولیتھ یعنی کیا؟

(3) چٹانوں کی خاص کتنی اور کون کونسی قسمیں ہیں؟

(4) زمین کی تشکیل کا عمل سمجھائیے۔

2. مندرجہ ذیل الفاظ کی فہمائش کیجیے:

(1) رکازات (2) بانگر

(3) معدن (4) چٹان

(5) زمین

.3 مندرجہ ذیل سوالات کے مفصل جواب دیجیے:

(1) بھارت کے مجمع الجزائر

(2) بھارت کی زمین کی قسمیں بتا کر تفصیل سے معلومات دیجیے۔

(3) معدنیات کی درجہ بندی کیجیے۔

.4 مندرجہ ذیل سوالات کے مناسب متبادل پسند کر کے جواب مکمل کیجیے:

(1) پتکوئی ٹیکریاں : اروناچل پردیش : لوسائی ....

(A) ناگالینڈ (B) منی پور (C) میزورم (D) میگھالیہ

(2) درجہ ذیل میں سے کس کا بیان غلط ہے؟ تلاش کیجیے۔

(A) کشیش : سونا، چاندی، پلیٹینی، قیمتی دھات والی معدنیات ہیں۔

(B) رَنّی : باکسائٹ، ٹیٹانیم اور میگنیشیم وغیرہ ہلکی ذات والی معدنیات ہیں۔

(C) دُھرووی : ٹنگسٹن، مینگنیز اور کرومیم وغیرہ غیر دھات والی معدنیات ہیں۔

(D) نی دھی : سیسہ، تانبہ اور لوہا وغیرہ عام استعمال میں لے جانے والی معدنیات ہیں۔

(3) صحیح جوڑیاں بنایے:

(الف)	(ب)
(1) پرت دار چٹانیں	(a) گرینائٹ
(2) تغیر شدہ چٹانیں	(b) چونے کی چٹانیں
(3) آتشی چٹانیں	(c) سنگِ مرمر

(A) 3-A 2-C 1-B (B) 3-B 2-C 1-A

(C) 3-A 2-B 1-C (D) 3-C 2-A 1-B

(4) مندرجہ بیانات میں سے کونسا بیان صحیح ہے؟

(A) مغربی گھاٹ کا شمالی حصّہ زیادہ اونچا ہے۔

(B) کرناٹک میں مغربی گھاٹ کو نیلگری کہا جاتا ہے۔

(C) مغربی گھاٹ بحرِ عرب کے شمالی جنوب میں مسلسل پھیلی ہوئی ہے۔

(D) کیرل اور تامل ناڈو کے مغربی گھاٹ کو سہادری کہتے ہیں۔

(5) اراولی اور بندھاچل کے درمیان کونسی سطح مرتفع واقع ہے؟

(A) چھوٹا ناگپور کی (B) مالوہ کی (C) دکن کی (D) شِلونگ کی

سرگرمی

- بھارت کے اہم مجمع الجزائر کی ملاقات کا منصوبہ بنایئے۔
- ایٹلاس کی مدد سے بھارت کی طبعی ساخت کا نقشہ دیکھیے اور اس کا مطالعہ کیجیے۔
- زلزلہ اور آتش فشاں جیسی قدرتی آفتوں سے متعلق معلومات حاصل کر کے البم بنایئے اور اس کے نمونے (Model) تیار کیجیے۔

●

15 پانی کا بہاؤ

پانی کا بہاؤ لفظ کسی علاقے کے دریائی سیلانی نظام کو کہا جاتا ہے۔ بھارت کی طبعی ساخت دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک خاص دریا اور اس کی شاخیں مختلف سمتوں سے آکر دریا کی شکل اختیار کرتے ہیں۔ ان دریاؤں کا پانی کسی مہا ساگر، سمندر یا ریگستانی علاقے سے مل جاتا ہے۔ اس طرح سیلابی نظام کے ذریعے اس کا بہاؤ جس علاقے سے گزرتا ہے اُسے دریا کا **بیسن** کہتے ہیں۔ کسی پہاڑ یا سطح مرتفع کی وجہ سے پانی کا بہاؤ تقسیم ہوجاتا ہے۔ اسے **پانی کی تقسیم** کہتے ہیں۔

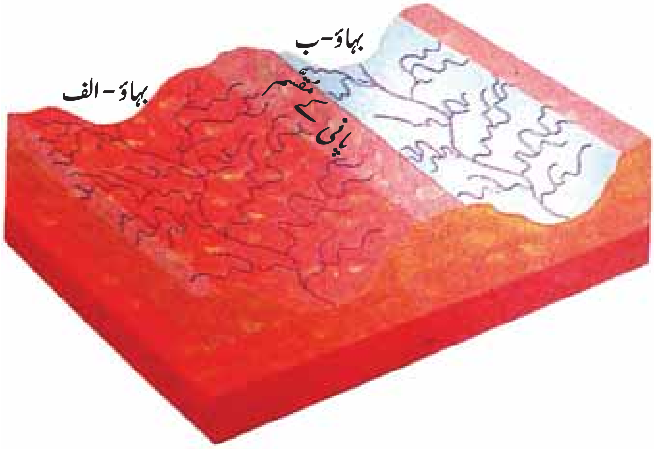

15.1 پانی کی تقسیم

دلچسپ بات....

دنیا کا سب سے بڑا بیسن امیزون دریا کا ہے۔ بھارت کا سب سے بڑا بیسن دریائے گنگا کا ہے۔

بھارت - پانی کا بہاؤ

بھارت کے پانی کے بہاؤ کی تشکیل جغرافیائی تشکیل کے مطابق کی گئی ہے۔ لہٰذا بھارت کے دریاؤں کو دوحصّوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(1) ہمالیہ کا دریا (2) جزیرہ نما کے دریا

فطری تشکیل کی خصوصیات کی وجہ سے بھارت کے دریاؤں کو دو حصّوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اس وجہ سے ہمالیہ کے دریا اور جزیرہ نما کے دریا میں فرق پایا جاتا ہے۔ ہمالیہ کے دریاؤں میں پانی کا بہاؤ ہمیشہ نظر آتا ہے۔ ان میں سال بھر پانی کا بہاؤ رہتا ہے۔ کیوں کہ موسمِ باراں میں ہونے والی بارش اور موسمِ گرماں میں پہاڑوں کی چوٹی سے پگھلنے والی برف کی وجہ سے پانی کا خوب ذخیرہ ہوتا ہے اور یہ پانی کے بہاؤ میں اضافہ کرتا ہے۔ ہمالیہ کے دومخصوص دریا سِندھ اور برہمپترا اس پہاڑی کے شمال سے بہتے ہیں۔ ان دریاؤں کے کٹاؤ کے ذریعے گہری وادیاں تشکیل پائی ہیں۔ ہمالیہ کے دریا اس کے مخرج سے نکل کر سمندر میں ملنے تک ایک لمبا راستہ طے کرتے ہیں۔

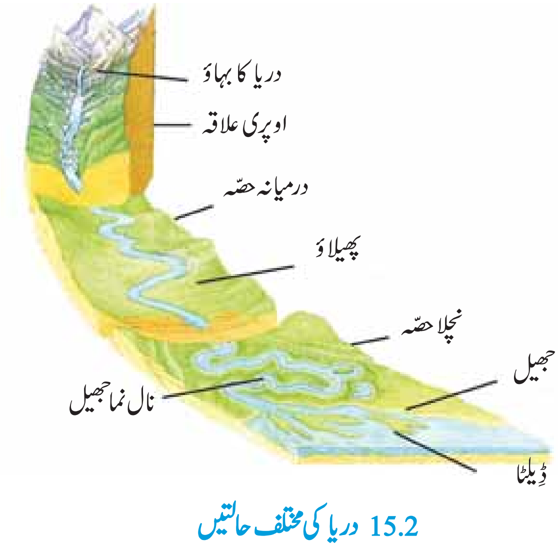

15.2 دریا کی مختلف حالتیں

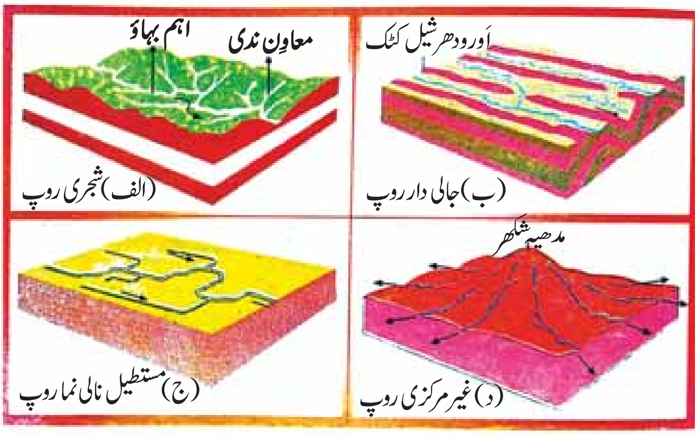

15.3 سیلانی نظام

دریاؤں کے بہاؤ کی تین حالتیں:

(1) اوپری حصّہ (2) درمیانی حصّہ (3) نچلا حصہ

جب دریا پہاڑی علاقوں سے گزرتے ہیں تب شدید کٹاؤ عمل میں آتا ہے اور اپنے ساتھ بڑی مقدار میں ریت اور کانپ بہا کر لے آتے ہیں۔ درمیانی یا نچلے علاقے میں بہاؤ آہستہ ہونے لگتا ہے۔ یہاں ان کا بہاؤ سانپ کی طرح چلتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ دریاؤں کے تہہ نشینی کے عمل سے اور رُسوبات کے عمل سے گھوڑے کی نال شکل کی جھیلیں تیار ہوتی ہیں۔ دریا سے نکل کر پانی مختلف شاخوں میں تقسیم ہوجاتا ہے۔ وقت کے ساتھ یہ منقسم علاقے مثلث نما شکل کے نہایت ہی زرخیز میدان میں تبدیل ہوجاتے ہیں، جسے ''ڈیلٹا'' کہتے ہیں۔

جزیرہ نما دریا موسمی ہیں، کیوں کہ ان میں پانی کے بہاؤ کا مدار صرف بارش پر ہوتا ہے۔ گرمی کے موسم میں پانی کا بہاؤ کم ہوجاتا ہے یا ختم ہوجاتا ہے۔ ہمالیہ کے دریاؤں کی نسبت جزیرہ نما کے دریاؤں کی لمبائی کم ہوتی ہے اور یہ دریا چھتلی وادیوں سے گزرتے ہیں۔ بھارت کی فطری تشکیل اور پہاڑوں کی ڈھلوان کی وجہ سے جزیرہ نما سے نکلنے والے زیادہ تر مغربی گھاٹ سے نکل کر مشرق کی طرف بہہ کر خلیج بنگال میں جا ملتے ہیں۔ جزیرہ نما کے دریاؤں کے لیے مغربی گھاٹ پانی کی تقسیم کا علاقہ ہے۔

- **دلچسپ بات...**

پانی کے بہاؤ کی ترتیب :

دریا اور اس کی شاخوں کی ترتیب مندرجہ ذیل میں نظر آتی ہے :

(A) شجری روپ :

دریا اور اس کی شاخیں ایک خوبصورت درخت کی شکل میں ترتیب پاتی ہیں۔ مثال کی طور پر گنگا۔

(B) جالی دار روپ :

پہاڑی علاقوں سے بہنے والے جھرنے ڈھلوان کی وجہ سے ایک دوسرے سے ملتے ہیں تب اس کی شکل جالی دار بنتی ہے۔ مثلاً ہمالیہ کی ڈھلوانوں سے بہتے جھرنے۔

(C) مرکزی روپ :

دریا اور اس کی شاخیں ایک دوسرے سے زاویہ قائمہ کی طرح ملتے ہیں۔ بیشتر یہ دریا زمین کے شگاف سے ہوکر بہتے ہیں۔ مثلاً نرمدا۔

(D) پہاڑی روپ (غیر مرکزی) :

پہاڑی علاقوں میں ایک پہاڑ کی چاروں طرف سے جھرنے بہہ کر دریا کی شکل اختیار کرلیتے ہیں اُسے پہاڑی روپ کے دریا کہتے ہین۔ مثلاً سوراشٹر کے دریا۔

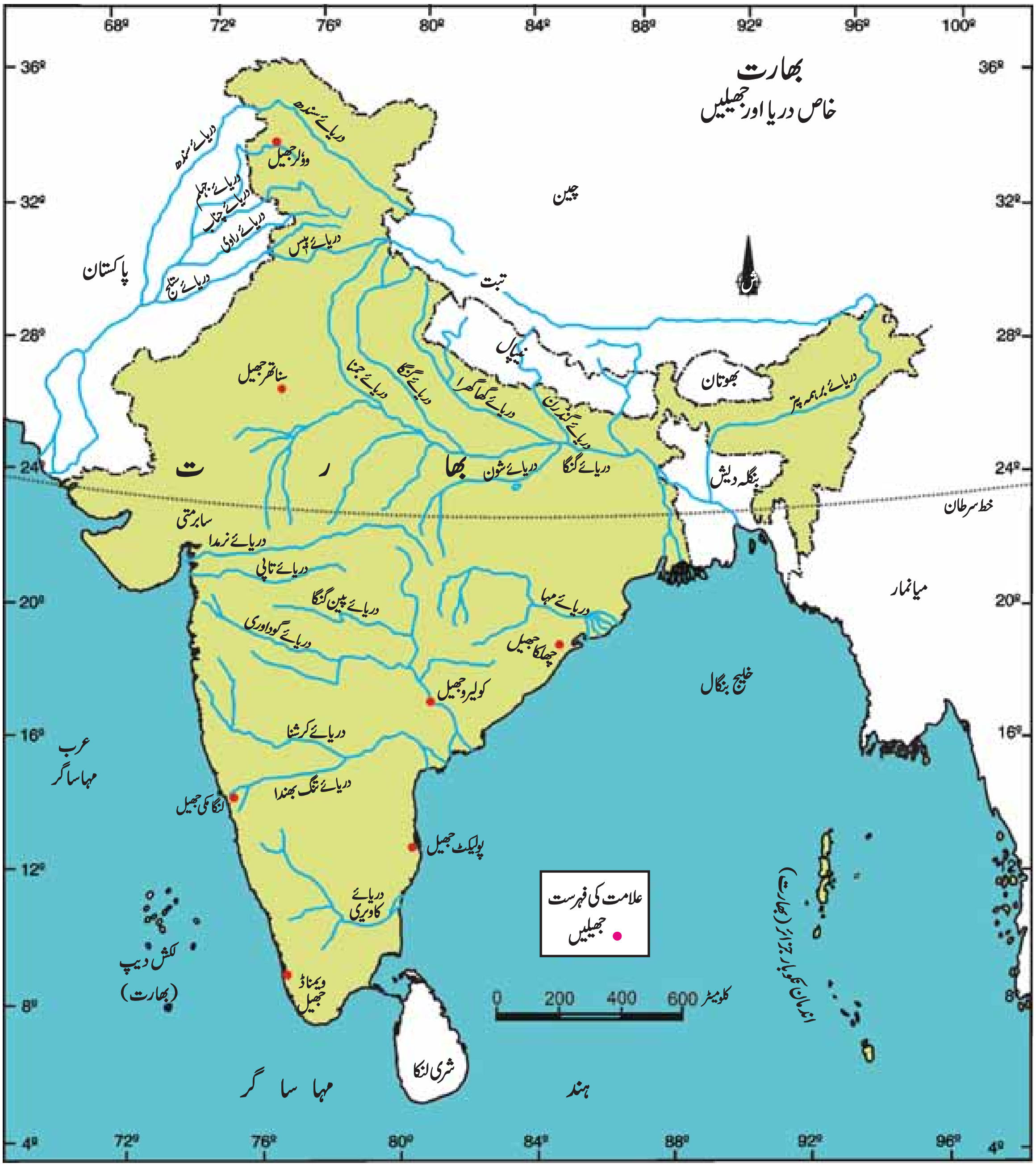

15.4 بھارت - خاص دریا اور جھیلیں

(1) ہمالیہ کے دریا

سندھ، گنگا اور برہمپتر ہمالیہ سے نکلنے والے اہم دریا ہیں۔ یہ دریا بہت طویل ہیں نیز کئی ذیلی دریا اس میں شامل ہوتے ہیں۔ ایک بڑا دریا اور اس کی ذیلی شاخیں ایک دوسرے سے ملتی ہیں تب ترتیبی نظام تشکیل پاتا ہے۔ اسے پانی کا سیلانی نظام کہتے ہیں۔

دریائے سندھ کا بہاؤ : دریائے سندھ کا مخرج مان سرور کے قریب تبت میں ہے۔ ابتداء میں مغرب سے بہہ کر تیزی سے شمال مغرب میں بہنے لگتا ہے اور وہ مرکز ماتحت علاقہ لداخ کے لیہ ضلع میں داخل ہوتا ہے اور یہاں ناقابلِ رسائی کٹاؤ پیدا کیے ہیں۔ یہاں جاسکر، شیوک نوبرا، ہُنجا وغیرہ معاوِن دریا آکر ملتے ہیں۔ دریائے سندھ، بالستان اور گلگٹ سے بہتا ہوا ایٹوک کے قریب پہاڑی علاقے سے باہر نکلتا ہے۔ ستلج، بیاس، راوی، چناب اور جہلم اُس سے ملنے والے شاخ دریا ہیں۔ یہ پانچوں دریا پاکستان میں پٹھان کوٹ کے قریب دریائے سندھ سے ملتے ہیں۔ ان دریاؤں کا مشترکہ بہاؤ جنوب میں پاکستان سے ہوکر بحرِ عرب میں جا ملتا ہے۔ یہ دریا میدانی علاقوں میں سُست رفتار سے بہتے ہیں۔ یہ دریا کے بیسن کا تیسرا حصہ بھارت کے جموں کشمیر کے پہاڑی علاقوں میں واقع ہے۔